فقاتل في سبيل الله لا تكلف إلا نفسك وحرض المؤمنين
عالمی جہاد کا داعی
حطین
صفر ۱۴۳۰ھ
۴
چہروں کی نہیں، کفریہ نظام کی تبدیلی مقصود ہے!
بیت المقدس کی خاطر جہادِ مقدس
(غزہ پر اسرائیلی حملے کے حوالے سے شیخ ابو عبداللہ کا بیان)
جہاد فی سبیل اللہ کے اساسی مقاصد
استاد المجاہدین؛ استاد یاسر کے ساتھ ''حطین'' کی گفتگو
مسلمانوں کے تعلقات کی اساس؛ لا الٰہ الا اللہ
جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کرنا صریحاً غلط ہے
ہم لڑ تو
افغانستان میں رہے ہیں
مگر ہماری نظریں مسجدِ اقصیٰ پر ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالمی جہاد کا داعی

شمارہ ۴، صفر ۱۴۳۰ھ

حطّین وہ میدان ہے جہاں تاریخ کا ایک عظیم معرکہ لڑا گیا تھا۔ جب سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مسلمانوں نے صلیبی حملہ آوروں کو فیصلہ کن شکست دے کر ان کی کمر توڑ دی تھی۔ یہی جنگ اہلِ کتاب سے مسجدِ اقصیٰ کی بازیابی کا مقدمہ بنی۔

آج امتِ مسلمہ پھر اسی مرحلے سے دوچار ہے۔ آج پھر اہلِ اسلام پر ایک صلیبی جنگ مسلط ہے۔ ہاں البتہ فرق اتنا ہے کہ کل کی صلیبی جنگ میں صرف قبلہء اول مسجدِ اقصیٰ مسلوب تھی تو آج کعبۃ اللہ کی سرزمین بھی یہود و نصاریٰ کے نرغے میں ہے۔ یاد رکھیے کہ موجودہ دور کی صلیبی جنگ کا مقابلہ بھی اسی طرح ممکن ہوگا جس طرح ماضی کی صلیبی جنگوں کا مقابلہ کیا گیا تھا، بلکہ اُس سے بھی زیادہ قوت و قربانیوں کے ساتھ... کیونکہ کل کی صلیبی جنگ کا شکار محض مسلمان تھے، جب کہ آج اسلام بجائے خود ہدف ہے۔ بس یہی حطّین کا پیغام ہے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرستِ مضامین

افتتاحیہ

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ

فقہ الجھاد

إنما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

قال أھل الثغور

مصاحبہ

وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ

ھی أسرع فیھم من نضح النبل

افتتاحیہ

چہروں کی نہیں، کفریہ نظام کی تبدیلی مقصود ہے!

قاری عبدالہادی

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین، محمد وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین، ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین، و بعد:

گزشتہ کچھ عرصے میں بظاہر دنیا بھر نے بہت سی تبدیلیاں دیکھیں۔ سفید فام بش گیا اور سیاہ فام اوباما آیا، وردی پوش پرویز کی جگہ بے وردی زرداری نے سنبھالی، بازارِ حصص کے اوپر نیچے جانے کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے کروڑوں سرمایہ داروں کی دھڑکنیں بھی اوپر نیچے ہوتی رہیں، جورجیا کی جنگ روس اور یورپ کو پھر سے مدِ مقابل لے آئی، عراق میں صلیبی افواج نے اپنی ذمہ داریاں عراقی فوج کو منتقل کرنا شروع کردیں، ایتھوپیا کی فوج صومالیہ سے نکلنا شروع ہوئی اور مقامی صومالی فوج نے اس کا کردار سنبھالا، مقبوضہ کشمیر اور بنگلہ دیش میں انتخابات کے نتیجے میں نئے چہرے سامنے آئے، افغانستان میں بھی نئے انتخابات کی تیاریاں ہونے لگیں۔ الغرض عالمی ومقامی نظامِ کفر میں سیاسی، اقتصادی، عسکری، ہر زاویے ہی سے بظاہر بہت کچھ بدلتا محسوس ہوا، لیکن درحقیقت بدلا کچھ بھی نہیں!

حق دیکھنے کے لیے ایمانی بصیرت درکار ہے

ہم آج جس دجالی نظام کے تحت رہ رہے ہیں اس میں حق و باطل میں فرق کرنا، معاملات کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا، 'انفارمیشن' کے سیلاب میں سے 'حقائق' تلاش کرنا خاصا دشوار ہو چکا ہے۔ اس دشواری کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ حقائق تک پہنچنے، معاملات کی تہہ میں اترنے اور درست نتائج اخذ کرنے کے لیے قلب کا نورِ الٰہی سے روشن ہونا ضروری ہے، لیکن عالمی ومقامی کفر کی سرپرستی میں چلنے والے ذرائع ابلاغ نے فحاشی و بے حیائی کو اس قوت سے فروغ دیا ہے کہ قلب ونگاہ کی پاکیزگی برقرار رکھنا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔ پس اب یہ ایمانی بصیرت اور دل کی روشنی اسے ہی عطا ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی خاص توفیق سے تقویٰ و پاکیزگی کی صفات عطا فرمائیں اور ہر سمت پھیلے شیطانی پھندوں سے محفوظ رکھیں۔ پھر جس بندۂ مومن کو بھی یہ صفت عطا ہو جائے وہ لمبی چوڑی رسمی تعلیم کے بغیر بھی باطل کو پہچاننے اور حق کی شناخت کرنے میں دھوکہ نہیں کھاتا، اور جو

قلب ونگاہ کی پاکیزگی ہی سے محروم ہو وہ بڑی بڑی ڈگریوں اور سندوں کے باوجود بھی حق کو باطل اور باطل کو عین حق سمجھتا رہتا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بندۂ مومن کی فراست کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''**اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله**''.

''مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔

(جامع الترمذي، أبواب تفسير القرآن عن رسول الله صلى الله عليه و سلم، باب: من سورة الحجر)

صاحبِ '' **تحفة الأحوذي** '' اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''**أي: يبصر بعين قلبه المشرق بنور الله تعالىٰ**''.

''(حدیث کا) مفہوم یہ ہے کہ مومن اپنے دل کی آنکھ سے دیکھتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے روشن ہوتی ہے''۔

(تحفة الأحوذي بشرح جامع الترمذي، المجلد الثامن)

علامہ محمد بدرِ عالم میرٹھیؒ فرماتے ہیں:

''**لا أحد أعقل و أفرس من العبد المؤمن، لأن الكيس من دان نفسه**''.

''کوئی شخص بھی بندۂ مومن سے زیادہ عقلمند اور صاحبِ فراست نہیں ہوتا کیونکہ عقلمندی تو اسے ہی عطا ہوتی ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے''۔

(حاشية البدر الساري إلى فيض الباري، كتاب الأدب، با ب لا يلدغ المؤمن من جحر واحد مرّتين)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے قلب ونگاہ کی حفاظت کی توفیق دے اور ہمیں مومنانہ بصیرت اور ایمانی فراست عطا فرمائے۔ آمین!

دنیا، حقائق کی روشنی میں

الحمدللہ قائدینِ جہاد اور علمائے مجاہدین اپنی ایمانی بصیرت کی روشنی میں یہ حقیقت بخوبی جان چکے ہیں کہ بظاہر بہت سی تبدیلیوں کے باوجود بھی عالمی ومقامی نظامِ کفر ذرا نہیں بدلا۔ نظامِ کفر کی خدمت کرنے والوں کے نام، رنگ، نسلیں اور پوشاکیں تو بدلی ہیں لیکن نظام وہی سالہا سال سے مسلط کفریہ نظام ہے۔ سب تبدیلیوں کے باوجود آج بھی دنیا بھر میں:

☆ اللہ کی حاکمیت پر مبنی نظامِ خلافت کے بجائے انسانوں کی حاکمیت پر مبنی جمہوری نظام قائم ہے۔

☆ اسلامی احکامِ تجارت پر قائم نظامِ معیشت کے بجائے اللہ سے اعلانِ جنگ اور یہود کی نفع رسانی پر مبنی سودی سرمایہ دارانہ نظام جاری ہے۔

☆ اللہ کے نازل کردہ شرعی قوانین کے بجائے انسانوں کے ناقص ذہنوں کی پیداوار جاہلی قوانین نافذ اور واجب العمل ہیں۔

☆ آزادیٔ اظہارِ رائے کے نام پر شعائر اللہ، کتاب اللہ، رسول اللہ اور خود ذاتِ باری تعالیٰ تک کی اہانت کو قانونی تحفظ حاصل ہے۔

☆ مکالمے اور تقاربِ ادیان کے نام پر تحریفِ دین اور مسخِ عقائد کے دروازے چوپٹ کھول دیئے گئے ہیں۔

☆ ''حقوقِ نسواں'' اور ''مساواتِ مرد وزن'' جیسے دجالی نعروں کے ذریعے مسلمان خواتین کو فریب دینے اور ان سے ان کی عفت و پاک دامنی چھیننے کی مہمات زوروں پر ہیں۔

☆ نسلِ نو کے سینے سے ایمان نوچ کر اسے دنیوی کیریئر کی بھول بھلیوں میں پھنسانے اور رضائے رب کی بجائے ہوائے نفس کی خاطر جینا سکھلانے کے لیے کفریہ تعلیمی نظام کا جال ہر سمت پھیلا دیا گیا ہے۔

☆ سرزمینِ حرمین میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت کے صراحتاً برخلاف امریکی صلیبی افواج کو خود دعوت دے کر بلایا گیا ہے اور اب حرمِ مکی سے محض چند سو کلومیٹر کے فاصلے پر اس طاغوتِ اکبر کے مستقل فوجی اڈے قائم ہیں۔

☆ مسجدِ اقصیٰ یہودِ بے بہبود کے قبضے میں ہے اور سرزمینِ انبیاءؑ 'فلسطین' وارثینِ انبیاءؑ کے خون سے سرخ ہے۔

☆ مسلمان، خواہ وہ فلسطین میں ہوں یا عراق میں، افغانستان میں ہوں یا کشمیر میں، ہندوستان میں ہوں یا شیشان میں......سب ہی ظلم و سربریت کا شکار ہیں، جبکہ ان پر ظلم توڑنے والے وحشی درندے، خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا ہنود، مزید ظلم کرنے کے لیے آزاد ہیں۔

☆ امت کے دفاع میں لڑنے والے مجاہدین کو ''دہشت گرد'' کہہ کر ان کا ناطقہ بند کیا جا رہا ہے جبکہ کفار کا دامے درمے سخنے ساتھ دینے والی مرتد افواج معزز و مکرم، بلکہ مقدس قرار پا رہی ہیں۔

☆ صومالیہ، الجزائر، جزیرۂ عرب، شام، مصر، پاکستان اور دیگر مسلم علاقوں میں شریعت کے نفاذ کا نعرہ لے کر اٹھنے والے مجاہدین اور داعیانِ دین کے خلاف خود ان علاقوں کی مرتد حکومتیں بھرپور عسکری قوت کے استعمال میں مصروف ہیں۔

☆ امتِ مسلمہ پہ مسلط حکمران امت کے اموال اور قدرتی وسائل، بالخصوص تیل کی دولت، بے دریغ لوٹ کر اپنے بینک کھاتے بھرنے اور یہودی 'ملٹی نیشنل کمپنیوں' کی جیبیں گرم کرنے میں مصروف ہیں،

جبکہ ایک عام مسلمان اپنی ناگزیر ضروریات پوری کرنے سے بھی قاصر ہے۔

☆ دشمنانِ دین کے خلاف زبان و بیاں سے برسرِ پیکار علمائے حق آج قتل یا قید و بند کے مستحق ٹھہر رہے ہیں، جبکہ انہی دشمنوں کی زبان و بیاں سے نصرت کرنے والے علمائے سوء پر انعام و اکرام کی بارش ہو رہی ہے۔

☆ ذرائع ابلاغ کو کفر و بے دینی عام کرنے اور فحاشی و منکرات پھیلانے کی مکمل آزادی فراہم کی جا رہی ہے، لیکن علمائے حق اور داعیانِ دین کو نیکی کا حکم دینے اور منکرات سے روکنے پر لال مسجد جیسے انجام کا سامنا ہے۔

الغرض کفر و شرک کی عالمگیر حاکمیت (مجاہدین کی ضربوں سے کمزور پڑ جانے کے باوجود) اب بھی بحیثیتِ مجموعی قائم ہے۔

دجالی نظام کی قوت کا راز

سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کی لچک ہی اس کی قوت کا اصل راز ہے۔ یہ نظام اشتراکی نظامِ حکومت کی طرح محض قوت و قہر سے دشمنوں کو زیر کرنے کا قائل نہیں، بلکہ جہاں تک ہو سکے یہ مکر و فریب، لالچ و دھونس اور سیاسی داؤ پیچ کے ذریعے اقوام کو اپنے ساتھ ملانے، اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس نظامِ کفر کے بنیادی ڈھانچے کو قبول کر لے تو یہ نظام بھی کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر اسے قبول کر لیتا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ اپنی ذاتی زندگی میں یہودیت پر عمل کرے یا عیسائیت پر، اسلام کی بات مانے یا ہندو مت کی، اس نظام کو اس سے کوئی سروکار نہیں؛ اسے غرض ہے تو بس اپنے بنیادی اصولوں کی پابندی اور اپنی عالمگیر حاکمیت کی بقاء و توسیع سے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ دیندار لوگ بالعموم بے دین افراد کی نسبت زیادہ 'اخلاص' اور 'ایمانداری' سے اس نظام کی خدمت کرتے ہیں۔

چہروں کی تبدیلی میں نظامِ کفر کی بقاء ہے

اسی طرح یہ بھی اس دجالی نظام کا خاصہ ہے کہ اس میں نظام چلانے والوں کے چہرے وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے ہیں تاکہ عوام الناس کا غصہ کسی ایک نقطے پر مرتکز نہ ہونے پائے اور لوگ ہر کچھ عرصے بعد اس خوش فہمی میں مبتلا ہو جائیں کہ ''اب فلاں ظالم چلا گیا ہے اور فلاں نئے حکمران کے آنے سے سب معاملات درست ہو جائیں گے''۔ اور پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب یہ راز کھلتا ہے کہ یہ اگلا تو اپنے پہلے والوں سے بھی چند ہاتھ آگے ہے تو فوراً اسے بدل کر کوئی دوسرا (مگر اتنا ہی مکروہ) چہرہ لے آیا جاتا ہے۔ یہ وہ کولہو کے بیل کی کہانی ہے جو اس امت کے ساتھ سقوطِ خلافتِ عثمانیہ کے بعد سے آج تک تواتر سے دہرائی جا رہی ہے۔ سقوطِ

خلافت کے بعد ابتدا میں ایک نو آبادیاتی دور گزرا جس میں برطانیہ، فرانس، پرتگال اور دیگر صلیبی ممالک مسلم علاقوں پر براہِ راست قبضہ جما کر بیٹھے رہے۔ پھر جب یہ امت بیدار ہونے لگی تو وہ اسے یہ اطمینان دلا کر یہاں سے روانہ ہو گئے کہ مسلمان 'آزاد' ہو گئے ہیں اور یوں پورے عالمِ اسلام میں ایک خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد یہ سب خوشی کافور ہو گئی جب یہ راز کھلا کہ یہود و نصاریٰ اب بھی جمہوری سیاست دانوں، شاہی خاندانوں اور فوجی جرنیلوں کے ذریعے امت کو غلام بنائے ہوئے ہیں اور ان کا عطا کردہ کفری نظام اب بھی (انتہائی جزوی ترمیمات کے ساتھ) اسی طرح چل رہا ہے۔

دجل وفریب کا یہ سلسلہ (عالمِ اسلام میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص) اس پر رکا نہیں، بلکہ امت کو اس سراب کے پیچھے دوڑاتے رہنے کے لیے ہمارے یہ ہم رنگ و ہم نسل چہرے بھی مستقل بدلے جاتے رہے۔ جب کبھی امت فوجی جرنیلوں کے مظالم سے تنگ آ کر کسی باغیانہ اقدام کا سوچنے لگتی تو اسے جمہوریت کا تحفہ دے کر بہلا دیا جاتا۔ جب وہ سیاست دانوں کے پھیلائے ہوئے فساد کے خلاف اٹھنے لگتی تو عدلیہ اس طاغوتی نظام کو سہارا دینے اور اس کی ساکھ بحال کرنے آگے آ جاتی۔ اور یوں یہ امت فوج، جمہوریت و عدلیہ کی اس شیطانی تکون میں گردش کرتی رہی اور اسے کبھی بھی اس نظامِ کفر سے بغاوت کی راہ پر نہیں نکلنے دیا گیا۔

ہماری ایمانی فراست کہاں کھو گئی؟

شیطان کے کارندے تو دجل وفریب کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہی ہیں، ان سے کیا شکوہ کرنا! افسوس تو اپنی کوتاہ نظری وسادہ لوحی کا ہے! افسوس تو اس امر پر ہے کہ ہمارے دیندار طبقوں کی ایک بڑی تعداد بھی اس دجل وفریب کو کئی دہائیاں گزرنے کے باوجود نہ پہچان سکی، بلکہ پورے خلوص و دیانت سے اسی کی تقویت کا باعث بنتی رہی۔ کبھی کفریہ جمہوریت کے اسلامی ہونے کے فتاویٰ دیئے گئے، کبھی یہودی سرمایہ دارانہ نظام اور سودی بینکوں کو اسلامیانے کی راہیں سجھائی گئیں اور کبھی نظامِ کفر کی محافظ، دین وملت سے باغی مسلح افواج کی فی سبیل الطاغوت جنگوں کو جہاد اور ان کے مردار ہونے والوں کو شہید قرار دیا گیا۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ بڑے بڑے صاحبِ دانش اور اصحابِ علم وفضل بھی محض چہروں کی تبدیلی ہی پر خوشیاں مناتے نظر آئے، حالانکہ کفر کا نظام ہر تبدیلی پر پہلے سے زیادہ مضبوط ہوا۔

افسوس تو اس بات پر ہے کہ ہماری ایمانی فراست آخر کہاں کھو گئی تھی؟ آخر کیوں ایک مجسم، منظّم و ہمہ گیر کفر عین نگاہوں کے سامنے ہونے کے باوجود نگاہوں سے اوجھل رہا؟ کیا قبل از قیامِ پاکستان برطانوی وائسرائے کے تحت چلنے والے نظامِ حکومت اور بعد از قیامِ پاکستان امریکی سفیر کی فرمانبرداری کرنے والے نظامِ حکومت میں کوئی فرق ہے؟ کیا بنگال میں مسلمان بہنوں کی عصمتیں پامال کرنے والی، وزیرستان پر بم

برسانے اور امارتِ اسلامیہ افغانستان ڈھانے والی پاکستانی فوج، کعبہ پر گولیاں برسانے اور خلافتِ عثمانیہ گرانے والی شاہی ہندی فوج سے کسی طور مختلف ہے؟ کیا آغا خان بورڈ کا دیا ہوا تعلیمی نصاب علی گڑھ کالج کے ملحدانہ تعلیمی نصاب سے کوئی مشابہت نہیں رکھتا؟ کیا ۱۸۵۷ء کے جہاد کے بعد علمائے کرام کے قتلِ عام اور تحریکِ لال مسجد کے بعد علماء وطلباء کے قتلِ عام میں کوئی مماثلت نہیں نظر آتی؟ کیا پاکستانی عدالتوں میں رائج قوانین (واجبی سی تبدیلیوں کے بعد بھی) اپنی نہاد میں وہی انگریز کے جاری کردہ ''انڈین ایکٹ'' نہیں؟ پس حقیقت تو یہ ہے کہ وہ تمام حالات جن میں شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی نے برصغیر کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا تھا اور سید احمد شہیدؒ نے علمِ جہاد بلند کیا تھا قیامِ پاکستان کے بعد سے آج تک اسی طرح قائم ہیں۔ پھر اس سب کے باوجود بھی ہم محض ''آئینِ پاکستان'' نامی کسی بے وقعت کاغذ کے ٹکڑے پر لکھی چند خوشنما باتوں سے دھوکہ کھا کر ان روزِ روشن کی طرح واضح حقائق سے کیسے منہ پھیرتے رہے؟

خونِ شہداء کو سلام

پس سلام ہو گیارہ ستمبر کے ان انیس شہیدی جوانوں پر جو اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بھی اپنی ایمانی بصیرت سے عالمی کفر کو ٹھیک ٹھیک پہچانے اور اپنا لہو پیش کر کے نہ صرف کفر کی جھوٹی ہیبت کو پاش پاش کر گئے، بلکہ ایک ایسے معرکے کا بیج ڈال گئے جس نے حق و باطل کو چھانٹ کر علیحدہ کر دیا، اہلِ ایمان و اہلِ نفاق کی صفوں کو ممیّز کر دیا اور ہم جیسے کوتاہ نظروں کو بھی بینائی بخشی! سلام ہو لال مسجد کے شہید علماء وطلباء پر جنہوں نے اپنی جانیں وار کر پاکستان میں قائم نظامِ کفر کی حقیقت سب پر عیاں کی! سلام ہو جامعہ حفصہؓ کی شہداء بہنوں پر جن کا پاکیزہ لہو پاکستانی فوج کے جھوٹے تقدس کو اپنے ساتھ بہا لے گیا! یقیناً یہ ان شہداء کے لہو ہی کا کرشمہ ہے کہ آج ہم عالمی ومقامی سطح پر حق کو حق دیکھنے اور اس کی اتباع کرنے، اور باطل کو باطل جاننے اور اس سے برأت کرنے کے قابل ہوئے ہیں۔ اللہ ان سب کی شہادت قبول فرمائے۔ آمین!

ہماری جنگ کفر کے نظام سے ہے، محض افراد سے نہیں

پس اس موقع پر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ ہماری جنگ محض چند حکمرانوں سے نہیں، ایک باطل نظام سے ہے۔ اس نظام پر سفید فام جورج بش بیٹھے یا سیاہ فام بارک حسین اوباما، ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ آج اس عالمی نظامِ کفر کی قیادت امریکہ نے سنبھال رکھی ہے تو کل چین، فرانس یا کوئی اور ملک سنبھال لے، اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پاکستان میں قائم نظامِ کفر کو وردی پوش پرویز چلائے یا جمہوری رستے سے آنے والا زرداری، ہمارے لیے دونوں ہی یکساں ہیں۔ بلکہ کل اگر رفیق تارڑ یا اس سے مشابہ وضع قطع والا کوئی دوسرا فرد بھی حاکم بن جائے تو حقیقت ذرہ برابر نہیں بدلے گی۔ جب تک یہ عالمی ومقامی نظامِ کفر

نیست و نابود نہیں ہو جاتا، کلمۂ توحید سر بلند نہیں ہو جاتا، نظامِ خلافت قائم نہیں ہو جاتا اور شریعتِ مطہرہ نافذ نہیں ہو جاتی......تب تک ہمیں دعوت اور جہاد وقتال کے رستے کو مضبوطی سے تھامے رہنا ہوگا، اور محض چہروں اور ناموں کی تبدیلی سے دھوکا کھانے سے بچنا ہوگا، واللہ اعلم!

کتاب وسنت اور فہمِ اسلاف کو تھامے رکھنا ہی راہِ نجات ہے

اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات اٹل اور صبحِ روشن کی طرح واضح ہیں۔ انہی الٰہی تعلیمات کے دامن میں پناہ لینا اس پرفتن دور میں بھی راہِ ہدایت پر قائم رہنے اور کفر کے دجل وفریب سے بچنے کی واحد ضمانت ہے، **ولن تجد من دونه ملتحدًا**! پس جو شخص (جہاد سمیت) زندگی کے تمام معاملات میں کتاب وسنت ہی سے رہنمائی لیتا رہا اور اس نے اس چشمۂ ہدایت کا فہم سلفِ صالحینؒ سے اخذ کیا (نہ کہ عصرِ حاضر کے متجددین سے)......تو اسے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھی اپنی راہ تلاش کرنے میں کچھ دشواری نہ ہوگی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

> ”**قد تركتكم على البيضاء، ليلها كنهارها، لا يزيغ عنها بعدي إلا هالك**“.
>
> ”میں نے تمہیں ایک سفید و واضح رستے پر چھوڑا ہے، اس (راہ) کی رات بھی اس کے دن کی طرح روشن ہے، اور میرے (دنیا سے جانے کے) بعد اس سے وہی شخص ہٹے گا جو ہلاکت میں پڑنے والا ہو“۔

(ابن ماجة، باب إتباع سنة الخلفاء الراشدين)

عالمی نظامِ کفر کی بربادی کی سمت مجاہدین کی پیش قدمی

الحمدللہ آج دنیا بھر میں برسرِ پیکار مجاہدین کتاب وسنت اور تشریحاتِ سلف کی روشنی میں اپنے ہدف کو خوب اچھی طرح پہچان چکے ہیں اور پوری بصیرت سے عالمی نظامِ کفر کو تباہ کرنے کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ اللہ کا خصوصی فضل واحسان ہے کہ گزشتہ سال (۱۴۲۹ھ) امتِ مسلمہ کے لیے نہایت مبارک ثابت ہوا ہے۔ آج دشمنانِ دین کی سمت نگاہ دوڑائیں تو وہ ہر میدان میں پسپائی کی راہ اختیار کرتے نظر آرہے ہیں۔ عالمی نظامِ کفر اپنے وجود کی اخلاقی وفکری بنیادیں تو گوانتانامو اور ابوغریب پر سے پردہ اٹھنے اور قرآنِ عظیم الشان اور خود صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کے بعد ہی کھو چکا تھا۔ لیکن اب تو اقتصادی، عسکری وسیاسی میدان میں بھی ان کی (جلد یا بدیر) شکست نوشتۂ دیوار ہے۔ ان میں سے سب سے نمایاں ہزیمت دشمن نے اقتصادی میدان میں اٹھائی ہے۔ یہود کا عالمی سرمایہ دارانہ نظام اپنی داخلی کمزوریوں اور خارج سے مجاہدین کی ضربوں کے سبب آج تاریخ کے بدترین مالی بحران کا شکار ہے اور اسی لیے اب وہ عراق سے پسپا ہو کر اپنی توجہ اور مالی وسائل محض ایک ہی محاذ پر مرکوز کرنے پہ سنجیدگی سے غور کر رہا ہے۔ جبکہ دوسری جانب اللہ کے فضل واحسان سے امتِ مسلمہ میں عالمگیر سطح پر جہادی بیداری کی ایک غیر معمولی لہر اٹھی ہے اور مجاہدین نہ صرف پہلے سے موجود محاذوں پر پیش قدمی کر رہے ہیں، بلکہ نئے محاذ بھی کھولتے چلے جا رہے ہیں۔

افغانستان

افغانستان میں امیر المؤمنین ملا محمد عمر کی قیادت میں تحریکِ طالبان ملک کے جنوبی صوبوں پر اپنی گرفت مستحکم کرنے کے بعد کابل اور دیگر شمالی علاقہ جات میں اپنا اثر ورسوخ تیزی سے بڑھا رہی ہے۔

عراق

عراق میں عسکری طور پہ بری طرح مار کھانے کے بعد، امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے مکر وفریب اور خفیہ سازشوں کے جال بن کر سنّی علاقوں میں مولانا ابوعمر بغدادی کی امارت میں قائم ''دولتِ اسلامیہ'' کو گرانے کی کوشش کی۔ لیکن الحمدللہ آزمائش کے اس کٹھن مرحلے کا مقابلہ صبر واستقامت سے کرنے کے بعد مجاہدین آج پھر سے دشمنوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں للکار رہے ہیں، جبکہ صلیبی صیہونی اتحاد اپنے آخری حربے کو بھی ناکام ہوتا دیکھ کر واپسی کی راہیں ڈھونڈ رہا ہے۔

شام، لبنان اور اردن

عراق کے جہاد کی برکات اب اس کے پڑوسی ممالک میں بھی محسوس کی جا رہی ہیں۔ عراق میں جہاد کے آغاز پر لبنان، اردن اور بالخصوص شام کے باحمیت نوجوان مختلف خفیہ رستے ڈھونڈ کر عراق میں داخل ہوئے۔

ان کی ایک تعداد تاحال وہیں موجود ہے، جبکہ ایک مناسب تعداد عسکری تربیت اور جنگ کے قیمتی عملی تجربے لے کر واپس لوٹی ہے اور الحمدللہ اب یہی مجاہدین اپنے اپنے علاقوں میں جہاد کو شرعی بنیادوں پر کھڑا کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ ان میں سے ''فتح الاسلام'' نامی تنظیم کو مقامی مرتد حکومتوں کے ہاتھوں شدید سختیاں جھیلنی پڑی ہیں، لیکن الحمدللہ یہ مجاہدین تاحال اپنے رستے پر قائم اور ثابت قدم ہیں۔ مغرب اور بالخصوص اسرائیل کے سیاسی وعسکری تجزیہ نگار اب اس امر کی برملا تصریح کر رہے ہیں کہ عراق کی جنگ کا سب سے زیادہ نقصان اسرائیل کو پہنچا ہے۔ ان کے بقول عراق کے محاذ پر تربیت یافتہ مجاہدین پڑوسی ممالک میں اپنی موجودگی مستحکم کرتے ہوئے آہستہ آہستہ یہودی ریاست کے گرد گھیرا تنگ کر رہے ہیں اور انہیں خدشہ ہے کہ امریکہ کے عراق سے نکلنے کی صورت میں یہی عمل کئی گنا تیز ہو جائے گا۔ ان شاءاللہ وہ وقت اب بہت دور نہیں جب مجاہدینِ اسلام اپنی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے اپنے فلسطینی بھائیوں تک جا پہنچیں اور ان کے ساتھ مل کر مسجدِ اقصیٰ کو یہود سے بازیاب کرائیں۔

جزیرۂ عرب

جزیرۂ عرب کا معاملہ بھی اس سے زیادہ مختلف نہیں۔ مغربی تجزیہ نگاروں کے مطابق عراق میں برسرِ پیکار غیر عراقی مجاہدین کی تعداد دس ہزار (۱۰،۰۰۰) کے قریب ہے جن میں سے نصف سے زائد کا تعلق سعودی عرب سے ہے۔ اسی لیے سعودی شاہی خاندان محض اس تصور ہی سے کانپ رہا ہے کہ اگر امریکہ کی ناک خاک آلود کرنے والے شیر صفت مجاہدین نے عراق سے فارغ ہو کر دوبارہ سرزمینِ حرمین کا رخ کیا تو ان کے کفر و شرک اور ظلم وفساد پر مبنی طاغوتی نظام کا کیا بنے گا؟ اسی لیے ان دشمنانِ خدا نے مکر وفریب کی راہ اختیار کرتے ہوئے عراق میں ایسی جماعتیں کھڑی کی ہیں جو بظاہر تو جہاد کا نام لیں، لیکن دراصل سعودی نظام کے مفادات کا تحفظ کریں اور شرعی جہاد کا پرچم بلند کرنے والے مجاہدین کے خلاف امریکی فوج اور مرتد عراقی حکومت کی مدد کریں۔

یمن

یمن میں ۲۳ قیمتی مجاہد ساتھی سن ۲۰۰۶ء میں ۴۵ میٹر لمبی سرنگ کھود کر صنعاء کی جیل سے فرار ہوئے اور اس کے بعد سے ''تنظيم القاعدة في جنوب جزيرة العرب'' دوبارہ سے منظّم ہو کر یمن میں موجود امریکیوں اور ان کے آلہ کاروں کے خلاف سرگرمِ عمل ہے۔ فرار ہونے والے مجاہدین نے جیل میں قیام کے دوران مجاہد عالمِ دین شیخ ابوبصیر کے ہاتھ پر بیعت کی اور وہی آج بھی مجاہدین کی قیادت سنبھالے ہوئے ہیں۔ اپنی دعوت عام کرنے کے لیے مجاہدین ''صدى الملاحم'' کے نام سے ایک عمدہ دعوتی رسالہ پابندی سے نکال

رہے ہیں جو کہ انٹرنیٹ پر دستیاب ہے، جبکہ عسکری میدان میں ان کی نمایاں ترین کارروائی گیارہ ستمبر کی ساتویں سالگرہ کے موقع پر یمن میں امریکی سفارت خانے پر ایک تباہ کن حملہ تھا جس نے عسکری اور نفسیاتی، ہر دو اعتبار سے صلیبی قوتوں اور ان کے آلہ کاروں کو ہلا کر رکھ دیا، وللہ الحمد!

فلسطین

عالمِ عرب میں پیدا ہونے والی جہادی بیداری کے اثرات خود فلسطین کے اندر بھی محسوس کیے جا رہے ہیں۔ عالمی جہاد کے قائدین شیخ اسامہ بن لادن، شیخ ایمن الظواہری اور شیخ ابویحییٰ (**حفظهم الله**) وغیرہ گزشتہ کچھ عرصے سے وقتاً فوقتاً فلسطین کے مسلمانوں، بالخصوص وہاں کے مجاہدین کے نام پیغامات اور بیانات جاری کرتے رہے ہیں۔ ان بیانات میں فلسطینی مجاہدین کو اپنی سیاسی قیادتوں کے جمہوری منہج سے برأت اور مذاکرت کی راہیں چھوڑ کر پورے فلسطین کی واپسی کے لیے شرعی جہاد کا علم اٹھانے کی دعوت دی جاتی رہی۔ الحمدللہ فلسطینی مجاہدین کی نئی نسل بہت تیزی سے اس خالص شرعی منہج کو قبول کر رہی ہے۔ ان مجاہدین کی عسکری کارروائیاں اور عسکری تربیت کا نظام الحمدللہ بخوبی جاری ہیں۔ نیز انہوں نے 'انٹرنیٹ' پر اپنے رسالے جاری کر کے اور دیگر میسر وسائل استعمال کرتے ہوئے دعوتی سرگرمیوں کا آغاز بھی کر دیا ہے۔ ان مجاہدین میں سے کچھ تو نئے ناموں (مثلاً: ''**جیـــش الاسـلام**'' وغیرہ) تلے منظّم ہو گئے ہیں اور کچھ پہلے سے موجود جہادی تنظیموں میں رہتے ہوئے ان کا رخ درست کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ ان شاءاللہ غزہ میں گرنے والا لہو ان مجاہدین کے عقائد میں مزید پختگی لانے اور انہیں شرعی منہج پر ثبات بخشنے کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

شیشان

شیشان میں بھی مجاہدین کے مختلف مجموعات نے مل کر ''امارتِ اسلامیہ قوقاز'' تشکیل دی ہے اور شیخ دوکو عمروف نے امارت کی قیادت سنبھالی ہے۔ الحمدللہ مجاہدین ملک کے شمالی علاقہ جات کو اپنا مرکز بناتے ہوئے آج پھر سے روسی افواج کے خلاف صف آراء ہیں۔

صومالیہ

صومالیہ تو الحمدللہ کفر کے حلق کا کانٹا ثابت ہو رہا ہے۔ ایتھوپیا کی صلیبی فوج امریکی ایماء پر صومالیہ میں داخل ہوئی تاکہ مجاہدین کا خاتمہ کر سکے۔ لیکن شیخ ابوزبیر کی قیادت میں ''**حركةُ شباب المجاهدين**'' کے مجاہدینِ صادقین نے اس ایمانی جرأت و عسکری مہارت سے ایتھوپی فوج کو بھاری نقصانات پہنچائے کہ اس کے بہت چیخنے پکارنے کے باوجود بھی کوئی دوسرا ملک اس کی مدد کرنے میدان میں آنے کی ہمت نہ کر سکا۔ نتیجتاً چند ہی دنوں میں یہ صلیبی فوج پسپا ہوتے ہوتے صومالیہ کے بیشتر علاقوں سے باہر نکل گئی اور الحمدللہ آج

صومالیہ کے زیادہ تر حصے پر مجاہدین کا قبضہ ہے۔

الجزائر

الجزائر، جہاں فرانس کے براہِ راست قبضے کے خاتمے کے بعد انہی سے وفادار مرتد فوج و سیاست دان ریاستی نظام سنبھالے ہوئے ہیں؛ آج اس کے جنگلوں اور پہاڑوں میں بھی شیخ ابو مصعب عبد الودود کی قیادت میں "**تنظيم القاعدة ببلاد المغرب الإسلامي**" منظّم ہو چکی ہے اور گزشتہ ایک سال میں اپنی دعوتی سرگرمیوں کو تیز کرنے کے ساتھ ساتھ یہود، اقوامِ متحدہ، مقامی حکومت اور پڑوسی ملک موریطانیہ کے متعدد اہم اہداف کے خلاف کامیاب عسکری کارروائیاں کر چکی ہے۔

مقبوضہ بھارت

الحمدللہ ایک طویل عرصے بعد رب کے کچھ مجاہد بندے اٹھے اور معرکۂ بمبئی میں مشرک ہندوؤں کا سرِ غرور خاک میں ملا کر مقبوضہ کشمیر، گجرات اور احمد آباد کے مظلوم مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے سینوں کو ٹھنڈک بخشی۔ اللہ تعالیٰ امت کا سر فخر سے بلند کرنے والے ان شہداء کو اپنے دربار میں اعلیٰ ترین مقامات سے نوازے! ان شاء اللہ معرکۂ بمبئی 'مقبوضہ بھارت' کی بازیابی اور عظیم تر 'اسلامی ہند' کے قیام کی سمت پہلا قدم ہے۔ بلاشبہ یہ قربانی مقبوضہ کشمیر اور بھارت میں بسنے والے ہزار ہا مسلم نوجوانوں کے لیے ایک نمونۂ عمل ہے اور ان شاء اللہ یہ انہیں آخرت میں کامیابی اور دنیا میں عزت و شرف پانے کی واحد راہ، جہاد فی سبیل اللہ، پر گامزن کرنے کا باعث بھی بنے گی۔

پاکستان

گزشتہ ایک سال میں عالمی سطح پر ہونے والی ایک نہایت اہم تبدیلی اور جہادِ افغانستان سے پھوٹنے والی سب سے بڑی خیر، پاکستان میں جہاد کے مبارک شعلے کا بھڑک اٹھنا ہے! پس رب کی رحمتیں ہوں روسی طغیان کے خلاف جان دینے والے لاکھوں شہداء پر...... رحمتیں ہوں شمالی اتحاد کے خلاف ایک ایک معرکے میں ہزاروں شہداء پیش کر کے امارتِ اسلامیہ قائم کرنے والے طالبانِ عالی شان پر......رحمتیں ہوں دنیا بھر سے فقط رب کی خاطر ہجرت کر کے آنے والے عرب و غیر عرب مجاہدین و مجاہدات پر......رحمتیں ہوں قبائل کے ان شیروں پر جنہوں نے عالمی و مقامی طاغوتوں کی ہمہ جہت یلغار کے خلاف اپنے مہاجر و مجاہد بھائیوں کا دفاع کیا......رحمتیں ہوں پنجاب، سندھ، اور بلوچستان سے تعلق رکھنے والے اُن اَن گنت شہداء پر جنہوں نے اپنے خون کی خوشبو سے پاکستان بھر میں جہاد کی دعوت عام کی......رحمتیں ہوں ان علمائے حق پر جنہوں نے سولی پر چڑھنا تو قبول کر لیا لیکن اللہ کے دین اور حکمِ جہاد کو چھپانے پر راضی نہ ہوئے......رحمتیں ہوں لال مسجد کے

شہداء بھائیوں اور شہید ماؤں، بہنوں، بیٹیوں پر جن کے لہو کی برکت سے کتنے ہی غفلتوں میں پڑے رب کی طرف لوٹ آئے...... رحمتیں ہوں امیر المؤمنین ملا محمد عمر اور شیخ المجاہدین شیخ اسامہ بن لادن پر...... رب کی ڈھیروں رحمتیں اور سلامتی ہو ان سب پر! بلا شبہ یہ ان سب کی استقامت اور قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج سوات تا وزیرستان جہاد و شریعت کے نام پر مومنینِ صادقین کی ایک پوری نسل اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ ایک ایسی نسل جو اہلِ پاکستان سے غدر و خیانت کر کے اسے ساٹھ سال تک کفری جمہوری نظام کے تحت رہنے پر مجبور کرنے والی فوج و پولیس کی بساط لپیٹنے اٹھی ہے، جو سولہ کروڑ مسلمانوں کو پہلے امریکہ اور اب بھارت کا غلام بنانے کے لیے کوشاں سیاست دان اور بیوروکریٹ طبقے کے پیروں تلے سے زمین کھینچنے اور سب کو ایک رب کی غلامی میں داخل کرنے اٹھی ہے، جو پاکستان کو فحاشی و عریانی کے داعی ذرائع ابلاغ اور الحاد و زندقے کے علمبردار مفکرین سے پاک کرنے اٹھی ہے، جو علماء و مجاہدین کے خون سے ہاتھ رنگنے والی مکروہ خفیہ ایجنسیوں کو ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے مٹانے اٹھی ہے، جو دلوں میں اپنے مسلمان بھائیوں کی محبت و غم خواری کے جذبات لیے انہیں ان کے دین و دنیا کے در پے رہزنوں سے نجات دلانے اٹھی ہے، جو قیامِ پاکستان کے بعد سے آج تک مسلمانانِ پاکستان کے ساتھ جاری دھوکے و فریب کا سلسلہ ختم کر کے یہاں نظامِ خلافت قائم کرنے اٹھی ہے! پس ربِ ذوالجلال سے دعا ہے کہ وہ وقت ہمیں جلد دکھائے جب اسلام آباد میں بھی "اسلام...... آباد" ہو۔

خلاصۂ کلام

آج مجاہدینِ اسلام پورے عالم میں یہود کی قیادت میں چلنے والے کفریہ نظام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ نظام اپنے چار اساسی ستونوں، یعنی جمہوریت، سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت، دنیا بھر کے توانائی (بالخصوص تیل) کے ذخائر پر قبضے اور جدید عسکری قوت کے بل پہ قائم ہے۔ پاکستان میں قائم نظامِ حکومت بھی اسی عالمی نظام کا ایک جزو ہے۔ مجاہدین آج اس نظام میں محض کسی جزوی اصلاح کا مطالبہ نہیں کر رہے، یہ تو اسے جڑ سے اکھاڑ کر دینِ الٰہی کو ہر دین پر کامل غلبہ بخشنے کے لیے کوشاں ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ لا الٰہ الا اللہ پہ ایمان رکھنے والی امت بھی آج ان مجاہدین کی بھرپور پشت پناہی کرے اور عالمی و مقامی کفریہ نظاموں کو ڈھانے میں اپنا حصہ ڈالے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس راہ پر استقامت سے جمے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

وصلى الله على محمد النبي الأمي وعلى آله وسلم تسليمًا كثيرًا.

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ......

بیت المقدس کی خاطر جہادِ مقدس

غزہ پر اسرائیلی حملے کے حوالے سے شیخ ابوعبداللہ اسامہ بن لادن حفظہ اللہ کا بیان

(چند منتخب حصے)

بلاشبہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت کے طلبگار ہیں۔ ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں اپنے نفس کے شرور سے اور اپنے اعمال کے برے نتائج سے۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

بیت المقدس کی آزادی کا واحد راستہ...... جہاد فی سبیل اللہ

اے میری محبوب امتِ مسلمہ! میں آج آپ کو اس لئے مخاطب نہیں کر رہا تاکہ غزہ کے مسلمانوں پر بیتنے والے مظالم پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کوئی مذمتی بیان جاری کروں۔ یہ تو ان لوگوں کا راستہ ہے جو فلسطین کے لیے حقیقتاً کچھ بھی نہیں کرنا چاہتے اور صرف آپ کی نگاہوں میں اپنا تاثر درست رکھنے کے لیے ایسے بیانات دیتے ہیں۔ میں تو آج آپ کے سامنے کلمۂ حق بیان کرنے آیا ہوں...... وہ کلمۂ حق جس پہ عمل کرنا ہمیں، اللہ کے اذن سے، ہمارے مقدس مقامات واپس دلانے کا باعث بنے گا...... وہ کلمۂ حق جو کسی بادشاہ یا حکمران، کسی سرکاری عالم یا حکومتی وزیر کے ساتھ مداہنت کی راہ نہیں دکھلاتا...... وہ کلمۂ حق جو انسانوں کے وضع کردہ بین الاقوامی قانون کو نہیں مانتا...... وہ کلمۂ حق جو نام نہاد بڑی قوتوں پر مشتمل اس سلامتی کونسل سے نہیں ڈرتا جس کا کام ہی فلسطین، عراق، افغانستان، صومالیہ، کشمیر اور شیشان جیسے ممالک میں بسنے والے مستضعفین پر رعب جمانا ہے...... وہ کلمۂ حق جسے آج پوری دنیا مٹانے کے درپے ہے، جسے عالمِ کفر ہمارے منہج اور ہمارے طرزِ زندگی سے نکال باہر کرنے کا خواہشمند ہے، تاکہ اس کے بعد وہ ہمیں بھی حرفِ غلط کی طرح مٹا ڈالے۔ یہ کلمۂ حق 'جہاد' کا مقدس کلمہ ہے، اور یہی مسجدِ اقصیٰ اور القدس دوبارہ حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔

ویح القدس دیس عفافها
والمسلمون عن الجهاد نیام

افسوس کہ آج بیت المقدس کی حرمت پامال ہو رہی ہے
اور مسلمان ہیں کہ ابھی تک جہاد چھوڑے، غفلت میں پڑے ہیں

غدارِ ملت حکمران؛ آزادیٔ فلسطین میں سب سے بڑی رکاوٹ

اے میری عزیز امت! آج تک فلسطین کی آزادی کے لئے کی جانے والی مساعی میں سب سے اساسی خامی یہ رہی کہ ایسی ہر کوشش کی قیادت غدارانِ دین وملت کے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء کی عرب اسرائیل جنگ میں مسلمان اس پر حیران ہو رہے تھے کہ ہم کیسے شکست کھا گئے، حالانکہ حیرت تو تب ہونی چاہیے تھی اگر ہم جنگ جیت جاتے! آخر ہم کیوں نہ شکست کھاتے جبکہ مسلمانوں کے بادشاہ جنگ سے متعلق تمام امور کا اختیار اردن میں براجمان، 'پاشا' کے لقب سے موسوم، برطانوی جنرل کے سپرد کر چکے تھے؟ بھلا وہ امت کیسے فتح یاب ہو سکتی ہے جس کی فوج کا سپہ سالار ہی اس کا دشمن ہو؟ اگر ہم تاریخ کے صفحات پلٹ کر اس دور کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے ہر بادشاہ کے پاس اس طرح کا کوئی نہ کوئی 'پاشا' موجود تھا اور درحقیقت تمام معاملات کا آخری فیصلہ اسی کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ مثلاً اُن دنوں جزیرۂ عرب کا بے تاج بادشاہ فلپ نامی ایک برطانوی جرنیل تھا اور لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے حکمران اسے ''الحاج عبداللہ فلپ'' کے نام سے پکارتے تھے۔ اسی دور سے متعلق برطانوی حکومت کے دستاویزات کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں پر بحیثیتِ مجموعی ناقابلِ یقین حد تک غفلت طاری تھی۔

کٹھ پتلی حکومتوں اور علمائے سوء کا شیطانی گٹھ جوڑ

آج بھی دھوکے اور فریب کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری ہے، البتہ ماضی کے کرداروں کے نام اور چہرے تبدیل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ آج ہمارے ہر دارالحکومت میں ایک 'پال بریمر' خفیہ یا اعلانیہ طور پر موجود ہے اور اس کے احکامات پورا کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی 'علاّوی' بھی اس کے ساتھ ہے۔ اسی طرح ہمارے ہر ملک میں آج کوئی نہ کوئی 'سیستانی' یا 'طنطاوی' بیٹھا ہے جس کے ساتھ سرکاری ودرباری علماء، صحافیوں، کالم نگاروں اور دانشوروں کی ایک پوری فوج ہے۔ یہ سب مل کر شریعت کے احکامات اور زمینی حقائق کو کچھ ایسا مسخ کرتے ہیں کہ صلیبیوں کی آلہ کار حکومتیں بھی عین اسلامی حکومتیں نظر آنے لگتی ہیں۔ پس یہ تمام گروہ اس امت کے دشمن ہیں اور امت پر لازم ہے کہ وہ ان کے مکر وفریب سے ہوشیار رہے۔

الحمدللہ ان دشمنانِ امت کو پہچاننا اب کچھ زیادہ دشوار نہیں رہا۔ بالخصوص ان کی ایک صفت تو ایسی ہے جس کے سبب یہ فوراً ہی پہچانے جاتے ہیں۔ یعنی یہ کہ حکمران انہیں ہر قسم کے ذرائع ابلاغ استعمال کرنے کی بھرپور آزادی دیتے ہیں تاکہ یہ عامۃ المسلمین کو باآسانی مخاطب کر کے دھوکے اور فریب میں مبتلا کر سکیں۔ جب کہ

یہی حکمران علمائے حق کو اتنی اجازت بھی نہیں دیتے کہ وہ کسی دور دراز گاؤں کی مسجد میں جمعہ کا ایک خطبہ کہہ سکیں۔

آزادیٔ فلسطین کے لیے اختیار کردہ باطل راہیں

آج ہمیں درپیش سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ آزادیٔ فلسطین کے نام پر اختیار کردہ تمام ہی راستے دراصل بربادیٔ فلسطین کی سمت لے جانے والے ہیں۔

☆ ان میں سے سب سے نمایاں راستہ وہ ہے جو ہم پر مسلط مرتد حکومتوں نے اختیار کر رکھا ہے، یعنی مسئلہء فلسطین پر وزارتی سطح کی کانفرنسیں منعقد کرنا اور بالآخر اس مسئلے کو سلامتی کونسل واقوامِ متحدہ میں لے جانا۔ یہ رستہ درحقیقت اپنی ذمہ داریوں سے فرار اور بربادیٔ فلسطین کا رستہ ہے۔

☆ انہی راستوں میں سے ایک، ان علماء اور داعیانِ دین کا راستہ ہے جو مسئلہءِ فلسطین کے حل کے لئے امتِ مسلمہ پہ مسلط خائن حکمرانوں سے اپیلیں کرنے کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہ بھی درحقیقت اپنی ذمہ داریوں سے فرار، شہداء کے لہو سے غداری اور مسجدِ اقصیٰ کی بربادی کا راستہ ہے۔ بھلا کوئی عقلمند شخص اپنے دشمنوں کے خلاف انہی کے آلہ کاروں سے مدد طلب کرتا ہے؟ کیا یہ حضرات اتنی دہائیوں سے ان حکمرانوں کو دُہائیاں دے دے کر تھکے نہیں؟

☆ اسی سے مشابہ ایک راستہ بعض دینی جماعتوں کے قائدین نے اختیار کر رکھا ہے۔ فلسطین آج لہو رنگ ہو چکا ہے، لیکن یہ لوگ ابھی تک ان خائن حکمرانوں سے جہاد کی اجازت ملنے کے منتظر ہیں اور انہیں عوامی جذبات کا پاس کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ یہ بھی دراصل اپنی ذمہ داریوں سے فرار کی راہ ہے۔ بھلا اس میں اور شتر مرغ کے ریت میں سر دینے میں کوئی فرق ہے؟ اس راہ کا نتیجہ بھی اس کے سوا کچھ نہیں نکلتا کہ اپنی اپنی جماعتوں کے کارکنوں کو مطمئن کر کے ان کے جذبات ٹھنڈے کر دیئے جاتے ہیں جب کہ مسئلہءِ فلسطین وہیں کا وہیں کھڑا رہتا ہے۔

نااہل قائدین، دینی جماعتوں کی قیادت اہل افراد کو سونپ دیں

پس ان دینی جماعتوں کے قائدین کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں سے صاف صاف بات کریں۔ انہیں بتائیں کہ: ''فلسطین آزاد کرانے کی صحیح راہ اختیار کرنا بڑا مشکل کام ہے، کیونکہ عالمی ومقامی کفر فلسطین کی آزادی کی طرف بڑھنے والے کسی بھی حقیقی قدم کو اور اس کی طرف دعوت دینے والی کسی بھی سچی آواز کو لمحہ بھر برداشت نہیں کرتا بلکہ اسے روکنے کے لئے اپنی پوری قوت لے کر ٹوٹ پڑتا ہے...... چنانچہ ہم تو یہ رستہ اختیار کرنے کی سکت نہیں رکھتے''۔ ان قائدین پر لازم ہے کہ وہ نوجوانوں کی قوت کو سڑکوں اور

چوراہوں پہ جمع کر کے غیر مسلح مظاہروں اور بے مقصد نعرہ بازیوں میں ضائع کرنے سے اجتناب کریں۔ ان کی تو شرعی ذمہ داری یہ تھی کہ یہ نوجوانانِ امت کو فرضِ عین جہاد پر ابھارتے اور عالمی صلیبی صہیونی اتحاد اور اس کے مقامی آلۂ کاروں کے خلاف قتال کے لئے ان کے دستے ترتیب دیتے۔ پس اگر یہ قائدین خود یہ جرأت نہیں رکھتے کہ اس صاف اور سیدھے راستے کو اختیار کریں، تو انہیں چاہیے کہ وہ فریضۂ تحریض وعبادتِ جہاد ادا کرنے کے اہل، اصحابِ شجاعت کے لئے راستہ چھوڑ دیں تاکہ وہ ان مشکل حالات میں ان کی جماعت کی قیادت سنبھال کر اپنے شرعی فرض سے سبکدوش ہوں۔

من لم یکن بالقتل مقتنعًا

یخل الطریق ولا یغوی من اقتنع

جو شخص قتل وقتال کی راہ کا قائل نہ ہو

وہ دوسروں کو گمراہ کرنے کے بجائے رستہ چھوڑ دے

ترکِ جہاد کی جواب دہ پوری امت ہوگی!

یہاں میں اپنی محبوب امت سے کہنا چاہوں گا کہ حکمرانوں اور علماء پر ساری ذمہ داری ڈال کر خود آرام سے بیٹھ جانا آپ کو بری ءالذمہ نہیں کرتا، بلکہ یہ بھی اپنی ذمہ داریوں سے فرار کی ایک صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں بڑی صراحت سے مسلمانوں کو جان و مال سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور جب تک اس فرض کی ادائیگی کے لئے مطلوبہ مالی وافرادی وسائل پورے نہیں ہو جاتے پوری امت پر جہاد کی فرضیت باقی رہتی ہے۔

امتِ مسلمہ یہود کو شکست دینے کی پوری قدرت رکھتی ہے

اے میری عزیز امت! تیرے بس میں ہے کہ تو اپنی عظیم الشان افرادی قوت اور اپنے بیش بہا پوشیدہ وسائل استعمال میں لاتے ہوئے اس صہیونی ریاست کو شکستِ فاش دے اور تجھے اس عمل میں اپنی حکومتوں سے مدد لینے کی چنداں ضرورت نہیں۔ بلکہ اگر وہ سب کی سب صلیبی صہیونی مورچے میں جا بیٹھیں، جیسا کہ آج ان کی اکثریت کا حال ہے، تو بھی وہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔

اے میری عزیز امت! یہاں میں تجھے یہ اطمینان بھی دلانا چاہتا ہوں کہ ان شاء اللہ فلسطین آزاد کرانا تیرے لئے قطعاً مشکل نہیں، بشرطیکہ تو درست رستے پر چل پڑے، اللہ پر توکل رکھے، جو اسباب اس نے اختیار کرنے کا حکم دیا ہے انہیں اختیار کرے اور راہِ حق سے ہٹانے والی پگڈنڈیوں سے بچے۔ یہاں میں

تیرے سامنے دو دلیلیں پیش کرتا ہوں جو ثابت کرتی ہیں کہ تو اپنے دشمنوں کو محض تھوڑی سی کوشش سے با آسانی شکست دے سکتی ہے۔

سوویت اتحاد پارہ پارہ ہونے کی مثال

پہلی دلیل افغانستان میں سوویت اتحاد کی شکست و ہزیمت ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل اور اس کے بعد عام مسلمانوں کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ سوویت اتحاد پارہ پارہ ہوا۔ اس پورے جہاد میں امت پہ مسلط حکومتوں میں سے کسی ایک کی فوج نے بھی شرکت نہیں کی، البتہ اس سے انکار نہیں کہ ان دنوں سارے عالم کی عمومی فضا مجاہدین کے حق میں تھی۔ الحمداللہ اس جہاد کے نتیجے میں سوویت اتحاد کا نام ہمیشہ کے لئے دنیا کے نقشے سے مٹا کر طاقِ نسیاں میں ڈال دیا گیا۔

امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی درگت کی مثال

اسی سلسلے کی دوسری دلیل آج امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو درپیش بھیانک انجام ہے۔ سوویت اتحاد کے خاتمے کے بعد جب بظاہر امریکہ کے ٹکر کی کوئی قوت باقی نہیں بچی تو اس نے دنیا بھر میں اپنا نفوذ بڑھانا چاہا اور اپنے سیاسی منصوبے بزور نافذ کرنے لگا۔ ایسے میں ہمارے علاقوں کے حکمران پہلے سے بھی کہیں بڑھ کر اس کے فرمانبردار بن گئے۔ پس امریکہ مزید شیر ہوگیا اور سرکشی کی تمام حدود پار کرتے ہوئے اس نے صہیونی ریاست کی بھرپور مدد و نصرت کی تاکہ وہ فلسطین میں نسلیں اور کھیتیاں تباہ کر ڈالے۔ چنانچہ یہ سب حالات دیکھتے ہوئے تیرے کچھ مجاہد بیٹے اٹھے اور اس 'تنہا سپر پاور'، عصرِ حاضر کے ہٹلر، ایک سینگ والے دیو کے خلاف جہاد کا اعلان کیا...... اور آگے بڑھ کر اس کا سینگ توڑ ڈالا، اس کا قلعہ برباد کر دیا اور اس کا برج گرا دیا۔ امریکہ بہادر اس ضرب کی تاب نہ لا کر غیض وغضب کے عالم میں بدلہ لینے نکلا۔ اس کا زعم تھا کہ وہ مجاہدین کی قیادت کو زندہ یا مردہ پکڑ کر انہیں رہتی دنیا کے لئے عبرت کا نشان بنائے گا تاکہ امریکہ کی عزت وہیبت پھر سے قائم کی جا سکے۔ لیکن الحمدللہ اس کا انجام بدر کے دن ابوجہل کے انجام سے کچھ مختلف نہ ہوا۔ امریکہ بھی ابوجہل کی طرح اپنے سازوسامان پر ناز کرتا اور اپنی عددی قوت کے نشے میں جھومتا میدان میں اترا...... تو ہم نے اس کی تلوار توڑ ڈالی، اس کی فوج خوب قتل کی، اس کا اتحاد منتشر کر دیا، اور بلاشبہ یہ سب محض اللہ ہی کے فضل سے ممکن ہو پایا!

پس خوب سمجھ لو! جب میدان گرم ہو جائے اور کوئی ہماری سمت ہاتھ بڑھانے کی جرأت کرے تو پھر ہم زبان سے گفت وشنید کے بجائے تلوار سے جواب دیتے ہیں!...... چنانچہ آج بیتِ ابیض کی قوت افغانستان کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو رہی ہے اور اس کا کبر وغرور عراق کے دلدلوں میں ڈوب رہا ہے...... الحمدللہ

امریکہ آج عراق و افغانستان کے محاذ ہی نہیں سنبھال پا رہا اور ان میں سے بھی ایک سے نکلنے پر غور کر رہا ہے، جبکہ ہم نئے محاذ کھولنے کی جانب تیزی سے گامزن ہیں۔

صلیبی صہیونی اتحاد کے خلاف جہاد کی نصرت ہی نصرتِ فلسطین ہے

پس اے میری عزیز امت! فلسطین کی نصرت کرنے کی راہ آج یہی ہے کہ تو اپنے مجاہد بیٹوں کے ہاتھوں میں ہاتھ دے تاکہ وہ تیرے دشمنوں کے خلاف جہاد جاری رکھ سکیں اور نہ صرف ان دونوں محاذوں پہ دشمن کا خون بہا کر اسے مزید کمزور کریں، بلکہ صلیبی صہیونی اتحاد اور اس کے مقامی آلہ کاروں کے خلاف کھولے گئے تمام دیگر محاذوں پر بھی ان کی کمر توڑیں۔ یعنی فلسطین، وزیرستان، الجزائر اور صومالیہ کے محاذوں پر۔ پس تیری ذمہ داری بنتی ہے کہ ان تمام محاذوں کی افرادی و مالی ضروریات پوری ہونے تک تو یہاں برسرِ پیکار مجاہدین کی ہر ممکن نصرت کرے۔

کون ہے جو آج کا عثمانِ غنیؓ بنے؟

اللہ کے فضل سے میں جہاد میں کافی عرصہ گزار چکا ہوں اور اس کی مالی ضروریات سے بخوبی واقف ہوں۔ میں اپنے تجربے کی روشنی میں کہتا ہوں کہ امت کے بڑے بڑے تاجروں میں سے محض کسی ایک تاجر کی زکوٰۃ آج کفار کے خلاف کھلے ہوئے تمام میدان ہائے جنگ کی مالی ضروریات پوری کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور یہ بات تو آپ بخوبی جانتے ہیں کہ زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک جہادِ فی سبیل اللہ بھی ہے۔ پس خوش قسمت ہے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی نصرت، حرمتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع اور امتِ مسلمہ کو پنجۂ کفار سے نجات دلانے کا سبب بنا دیں۔

آج مجاہدین جس مالی تنگی سے دوچار ہیں وہ غزوۂ تبوک میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو درپیش تنگی سے مشابہت رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور بیشتر لشکر کا ساز و سامان پورا کر دیا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت کے عالم میں فرمایا:

''آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل اسے نقصان نہیں پہنچائے گا''۔

پس کون ہے جو آج کی تنگی میں مسلمانوں کے لیے عثمانؓ بنے؟

ہجرت کی سنت زندہ کرو!

میں اس بات سے بھی بخوبی واقف ہوں کہ مسلمان تاجروں کی ایک کثیر تعداد کو راہِ جہاد میں مال خرچ

کرنے سے بخل و کنجوسی نہیں روکتی، بلکہ انہیں امریکہ اور اس کے مقامی آلہ کاروں کا خوف روکے ہوئے ہے۔ میں ایسے تاجروں سے مخاطب ہو کر کہنا چاہوں گا کہ یہ قطعاً بھی کوئی قابلِ قبول عذر نہیں۔ یہ دنیا تو ہے ہی امتحان و آزمائش کی جگہ اور ان امتحانات سے گزرے بغیر جنت نہیں ملتی۔ پس آپ اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ مبارک کو یاد رکھیں:

﴿اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (التوبة: ۱۳)

''کیا تم ان (کافروں) سے ڈرتے ہو، تو اگر تم واقعی اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو''۔

پس اس دین کی خاطر ہجرت کیے بغیر، نصرتِ جہاد اور اقامتِ دین کی قیمت ادا کئے بغیر رب کو راضی کرنے کی کوئی دوسری اور آسان راہ نہیں۔ مشرکینِ مکہ نے تو اللہ کی بہترین مخلوق، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک کو غار میں پناہ لینے، اہل و عیال اور گھر بار چھوڑنے اور سب سے مقدس خطۂ زمین، مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا، تو بھلا کوئی اور ان آزمائشوں سے کیونکر مستثنیٰ ہو سکتا ہے؟ پس دیر نہ کرو! آگے بڑھو! رب کی رضا پانے کے اس قیمتی موقع کو ضائع نہ جانے دو۔ بلاشبہ تمہارے لئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غار میں پناہ لینا ایک بہترین نمونۂ عمل ہے۔ کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں؟ اگر تم ہجرت کر کے غاروں میں نہیں بس سکتے، تو کیا تمہارے لیے اتنا بھی ممکن نہیں کہ کسی مناسب علاقے میں ایک گھر میں چھپ بیٹھو اور وہاں بیٹھ کر اطمینان سے جہاد بالمال کی عبادت ادا کرو؟ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

﴿يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اَرْضِىْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّاىَ فَاعْبُدُوْنِ﴾ (العنکبوت: ۵۶)

''اے میرے بندو! میری زمین بہت وسیع ہے پس تم میری ہی عبادت کرو''۔

تبدیلی شرکیہ جمہوریت سے نہیں، مسلح جہاد سے آتی ہے

اے میری عزیز امتِ مسلمہ! جو لوگ آج تجھے یہ درس دے رہے ہیں کہ اپنے حقوق واپس لینے کا رستہ انتخابی صندوقوں سے گزر کر جاتا ہے اور وہ اس کی تائید میں مغربی ممالک کی مثالیں بھی پیش کرتے ہیں، وہ درحقیقت تجھ سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ وہ یہ باتیں یا تو حکمرانوں کے خوف سے کرتے ہیں یا وہ ان کا تقرب پانے کے خواہشمند ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مغربی عوام نے بھی اپنے حقوق اسلحے کے زور پر، مسلح انقلابات کے ذریعے حاصل کئے ہیں...... جبکہ ہم تو مسلمان ہیں اور ہم رہنمائی کے لئے مغرب کی سمت دیکھنے کے قطعاً محتاج نہیں۔ ہم امتِ مسلمہ کے اس حق کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اپنے حکمران خود چنے اور ہم شوریٰ کے اسلامی اصول پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہمارے

ایمان کا جزو ہے کہ مغرب کی عطا کردہ جمہوریت نہ صرف ایک بہت بڑا فریب ہے بلکہ ایک شرکیہ بدعت بھی۔ بلاشبہ کوئی مسلمان اس بات پر کبھی راضی نہیں ہوسکتا کہ اس کا حکمران کوئی ایسا شخص ہو جو شریعت کو چھوڑ کر انسانوں کے بنائے ہوئے اصول وقوانین کی روشنی میں نظامِ حکومت چلائے۔ ہمارا دین ہمیں جمہوریت نہیں، حملہ آور کافروں اور مرتد حکمرانوں کے خلاف جہاد کا رستہ سکھلاتا ہے۔ پھر یہی جہاد معاملات کو اپنی اصل جگہ لوٹاتا ہے اور اسی کے ذریعے امت اپنے چھنے ہوئے حقوق پھر سے حاصل کرتی ہے۔

بس تھوڑا سا صبر ہی باقی ہے!

آخر میں میں فلسطین میں بسنے والے مسلمان بھائیوں سے کہنا چاہوں گا کہ اللہ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے، آپ کے شہداء کو اپنے دربار میں قبول فرمائے، آپ کے زخمیوں کو جلد شفاء عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل اور بہترین نعم البدل عطا فرمائے!

میرے فلسطینی بھائیو! جس طرح آپ کے آباء واجداد نے گزشتہ ۹ دہائیوں کے دوران مشکلات جھیلیں، آج آپ کو بھی اسی طرح بہت تکالیف اٹھانی پڑ رہی ہیں۔ اور بلاشبہ پوری دنیا کے مسلمان آپ پر ہونے والے مظالم دیکھ کر آپ کے غم میں پوری طرح شریک ہیں۔ اسی طرح ہم مجاہدینِ فی سبیل اللہ بھی آپ کے دکھ کو پوری طرح محسوس کرتے ہیں، بلکہ ہم تو آپ کا غم باقیوں کی نسبت کہیں بہتر سمجھ سکتے ہیں کیونکہ ہم بھی آپ ہی سے مشابہ زندگی گزارتے ہیں۔ ہم پر بھی اسی طرح بمباری ہوتی ہے جس طرح آپ پر ہوتی ہے۔ اور ہم بھی اپنے جگر گوشوں کو اسی طرح قربان ہوتا دیکھتے ہیں جیسے آپ دیکھتے ہیں۔ پس اس سب پر بھی ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ: **إنا لله وإنا إليه راجعون!**

ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان شاء اللہ اس سال کے اندر اندر آپ صبحِ نو کی کرنیں پھوٹتی دیکھیں گے اور فلسطین کے گرد قائم ظالمانہ صلیبی صہیونی حصار ٹوٹنے کی نوید سنیں گے، پس ان شاء اللہ اب تھوڑا سا ہی صبر باقی ہے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ کے اذن سے آپ کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ بلکہ اب تو ہمارا اور آپ کا مستقبل بھی باہم نتھی ہے؛ عالمی صلیبی صہیونی اتحاد کے خلاف قتال ہی میں ہماری اور آپ کی دنیوی و اخروی کامیابی مضمر ہے۔ پس ہم اللہ کے اذن سے اس راہ پر ڈٹے رہیں گے یہاں تک کہ یا تو آپ کو فتح دلا پائیں، یا شہید ہو کر کامران ہو جائیں۔ پس آپ صبر سے کام لیں، جم کر مقابلہ کریں، دینِ حق کی نصرت کے لئے ڈٹے رہیں اور اللہ سے ڈرتے رہیں تاکہ آپ فلاح پاسکیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم

فقہ الجہاد

جہاد فی سبیل اللہ کے اساسی مقاصد

محمد حسّان یوسفی

'بلد العجائب' پاکستان میں جہاں کئی دیگر چیزیں ساری دنیا سے نرالی ہیں، وہیں اس کی ایک انوکھی بات یہ بھی ہے کہ یہ شاید دنیا کا وہ واحد ملک ہے جہاں جہاد کی بھی دو اقسام ہیں: قانونی جہاد اور غیر قانونی جہاد۔ 'قانونی جہاد' سے ہماری مراد، ان پاکستانی تنظیموں کا 'جہاد' ہے جن کے لیے پاکستانی خفیہ ایجنسیوں نے خود کشمیر کا دروازہ کھولا، انہیں حکومتِ پاکستان کے مفادات کے لیے استعمال کیا اور اپنے مذموم مقاصد پورا کروانے کے لیے ان تنظیموں سے جتنا تعاون ضروری تھا، اتنا تعاون بھی کیا۔ پس ان تنظیموں کو آزاد کشمیر میں تربیتی معسکرات چلانے اور دارالحکومت اسلام آباد سمیت تمام بڑے شہروں میں دفاتر کھولنے اور اپنی سرگرمیاں علانیہ جاری رکھنے کی اجازت دی گئی۔ اس سب کے بدلے ان کے قائدین کو محض ایک بات کا پابند کیا گیا کہ یہ چاہے ساری دنیا کے خلاف جہاد کی بات کریں، لیکن پاکستان میں قائم نظامِ کفر کے خلاف جہاد کا سوچیں تک نہ۔ 'جہاد' کی یہ قسم 'قانوناً' جائز ہے اور اسے پاکستانی سرکار کی پشت پناہی بھی حاصل ہے، گوکہ 'ملکی مفاد' کی خاطر کبھی ان کو بھی قربانی کا بکرا بننا پڑ جاتا ہے جیسا کہ آج کل بعض تنظیموں کے ساتھ عملاً ہو رہا ہے۔ (اس امر میں کوئی شک نہیں کہ ان تنظیموں میں نچلی سطح پر مخلص مجاہدین کی کوئی کمی نہیں۔ چنانچہ ہم یہاں بحیثیت مجموعی ایک تنظیم کے طور پر ان کا ذکر کر رہے ہیں، ان کے مخلص افراد یہاں موضوعِ بحث نہیں)

طاغوتی چھتری تلے چلنے والی ان تنظیموں کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ ان کے تربیتی نظام میں (جسے آئی ایس آئی نے بڑی توجہ سے ترتیب دیا ہے) اس بات کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے کہ جہاد کی نیت سے آنے والے مخلصین یہ نہ جان سکیں کہ شریعت میں جہاد فی سبیل اللہ کے اصل اہداف و مقاصد کیا ہیں۔ پس معسکرات میں تربیت کے دوران، نیز تحریر و تقریر اور ترانوں و نعروں وغیرہ کے ذریعے ایک ہی مفہوم ذہن میں راسخ کیا جاتا ہے کہ جہاد سے مقصود محض کشمیر و افغانستان کی زمین آزاد کرانا اور مظلوم ماؤں بہنوں کی مدد کرنا ہے، خواہ آزادی کے حصول اور ظلم کے خاتمے کے بعد وہاں کوئی نام نہاد مسلمان اسی کفریہ نظامِ حکومت کو بعینہٖ اسی طرح بحال رکھے۔ چنانچہ کفر و شرک کا خاتمہ، کفر پہ مبنی نظام ہائے حکومت کی بربادی، شریعت کا نفاذ اور خلافت کے قیام جیسے مقاصد اساسی کا قطعاً کوئی تذکرہ ان تنظیموں کے یہاں نہیں ملتا۔ پاکستانی فوج اور ایجنسیاں اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ جو شخص بھی شریعت کی روشنی میں جہاد کے مقاصد ٹھیک سمجھ لے گا، وہ نہ صرف کشمیر و افغانستان کے محاذوں پر لڑتے ہوئے ان کے اوامر کا پابند نہیں رہے گا، بلکہ اس کی بندوق کا رخ کسی بھی وقت کسی دوسرے علاقے میں قائم نظامِ کفر کی طرف بھی پھر سکتا ہے۔ اسی لیے وہ مجاہدین کو جہاد کے بنیادی مقاصد سے غافل رکھنے کا پورا اہتمام کرتے ہیں۔ انہی مقاصدِ جہاد کا ذہنوں میں راسخ نہ ہونا گزشتہ کئی دہائیوں سے کشمیر کی آزادی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور انہی مقاصد سے غافل ہونے کے سبب روس

کے خلاف جہاد کے بعد مجاہدین کی تنظیمیں خانہ جنگی کا شکار ہوئیں۔

جہاد کی دوسری قسم پاکستان میں غیر قانونی قرار دی گئی ہے۔ یہ ان فی سبیل اللہ مجاہدین کا جہاد ہے (خواہ انہیں طالبان کا نام دیا جائے یا القاعدہ کا) جو جہاد کے معنی اور مقاصد کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور تشریحاتِ سلف سے سمجھے ہیں۔ جو نہ صرف اپنے مظلوم بھائیوں اور بہنوں کی تکالیف دور کرنے، ان پر مسلط غاصب کفار کو پچھاڑنے اور مسلم سرزمینیں بازیاب کرانے اٹھے ہیں...... بلکہ ساتھ ہی ساتھ ان کی نگاہیں کفر و شرک کے خاتمے، کلمۂ توحید کی سربلندی اور خلافت کے قیام کے مقاصدِ اساسی پر بھی مضبوطی سے جمی ہیں۔ یہ مجاہدین آدھا نہیں، پورا کلمۂ حق کہنے کے خوگر ہیں......اور اسی لیے وہی فوج جو جہاد کی اول الذکر قسم کو فروغ دیتی ہے، اس شرعی جہاد کو لمحہ بھر برداشت نہیں کرتی، اپنی پوری قوت لے کر پہاڑوں اور غاروں تک میں ان کا تعاقب کرتی ہے اور امریکہ کے ساتھ مل کر ان کا خون بہاتی ہے۔ بلاشبہ یہ پورا منظر نامہ ان مخلصین کے لیے ایک لمحۂ فکر یہ ہے جو ابھی تک 'قانونی جہاد' کرنے والی تنظیموں سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ زیرِ نظر مضمون میں یہی کوشش کی گئی ہے کہ شریعت کی روشنی میں جہاد کے اساسی مقاصد واضح کیے جائیں تاکہ ابھی تک اُس پار بیٹھے مجاہدین اپنے مؤقف پر نظرِ ثانی کریں اور اِس پار آجانے والے مزید استقامت سے خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام کی راہ پر جم جائیں۔ اللہ ہمیں 'جہاد فی سبیل اللہ' کی راہ پر استقامت اور اسی راہ پر شہادت کی موت عطا فرمائے۔ آمین! (مدیر)

جہاد فی سبیل اللہ دینِ اسلام کا ایک اہم فریضہ اور نہایت افضل عبادت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ذروة سنام الإسلام الجهاد في سبيل الله''.

''اسلام کے کوہان کی چوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہے''۔ (مسند أحمد)

اللہ تعالیٰ نے جہاد ہی کے ذریعے اصحابِ رسول رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اپنے دین کو عزت و شوکت عطا فرمائی۔ امتِ مسلمہ کی سرفرازی و سربلندی اسی فریضے کی ادائیگی سے مشروط ٹھہری اور اس کو ترک کرنے پر ذلت و نکبت مسلط ہونے کی وعید بھی اتری، جس کا آج امتِ مسلمہ شکار ہے۔ پس جہاد و قتال کی راہ اپنانے میں ہی امت کی بقا ہے اور یہی راستہ دنیا میں مسلمانوں کی قوت و سطوت اور آخرت کی فوز و فلاح کا ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ﴾ (سورة الحج: ۷۸)

''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے''۔

شریعت میں جب جہاد مشروع کیا گیا تو اس کے مقاصد بھی بیان کر دیئے گئے۔ ان مقاصد کا حصول ہی

جہاد فی سبیل اللہ اور مجاہدینِ اسلام کا ہدف ہونا چاہئے۔ ان میں سے بنیادی مقاصد اعلائے کلمۃ اللہ، حاکمیتِ کفر کا خاتمہ اور بذاتِ خود کفر وشرک کا قلع قمع ہیں۔ ان کے علاوہ حملہ آور دشمن کو پچھاڑنا، مسلمانوں کے وہ علاقے جن پر کفار غاصب ہو گئے ہوں انھیں آزاد کرانا، مستضعفین کی مدد ونصرت کرنا، کفار پر غیظ وغضب توڑنا، مسلمان قیدیوں کو چھڑانا اور غنیمت کا حصول بھی جہاد کے مقاصد میں شامل ہیں۔ لیکن زیرِ نظر مضمون میں ہم جہاد کے اساسی مقاصد کے تفصیلی بیان پر ہی اکتفاء کریں گے۔

شرک وکفر کا خاتمہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (سورة الأنفال: ۳۹)

''اوران سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین تمام کا تمام اللہ ہی کا ہو جائے''۔

اور سورۂ بقرہ میں فرمایا:

﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ﴾ (البقرة: ۱۹۳)

''اوران سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جائے''۔

یہ آیات جہاد کے بنیادی مقاصد کا تعین کرتی ہیں اور واضح کرتی ہیں کہ فتنے کا خاتمہ ایک اساسی مقصدِ جہاد ہے۔ اکثریتِ مفسرین نے فتنہ کا ایک معنی ''شرک'' بیان کیا ہے۔ امام ابن جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ) اس آیت کے ذیل میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

''(وقاتلوهم حتٰى لا تكون فتنة) يعنى حتٰى لا يكون شرك''.

''اوران سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے، یعنی یہاں تک کہ شرک باقی نہ رہے''۔

امام حسنؒ، امام قتادہؒ، اور امام سدیؒ نے بھی فتنہ سے ''شرک'' ہی مراد لیا ہے۔ عبدالرحمٰنؒ بن زید اس آیت کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ:

''حتٰى لا يكون كفر''. یعنی ''یہاں تک کہ کفر باقی نہ رہے''۔

امام طبریؒ اسی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''فقاتلوهم حتٰى لا يكون شرك ولا يعبد إلا اللّٰه وحده لا شريك له''.

''پس ان سے قتال کرو یہاں تک کہ شرک باقی نہ رہے اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے''۔

(تفسير الطبري؛ سورة الأنفال)

امام جصاصؒ (م۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

"یوجب فرض قتال الکفار حتٰی یترکوا الکفر".

"یہ (آیت) کفار کے خلاف قتال کو فرض قرار دیتی ہے یہاں تک کہ وہ کفر چھوڑ دیں"۔

(أحکام القرآن؛ جلد ۱، سورۃ البقرۃ)

امام ناصر الدین بیضاویؒ (م۷۹۱ھ) لکھتے ہیں:

"......لا یوجد فیھم شرک".

"......(ان سے قتال کرو یہاں تک کہ) ان میں شرک نہ رہے"۔

(أنوار التنزیل وأسرار التأویل؛ سورۃ الأنفال)

دنیا میں سب سے بڑا ظلم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، چاہے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں یا اس کی ربوبیت والوہیت میں شریک ٹھہرایا جائے۔ چنانچہ اس شرک وکفر، اس کے ذرائع ومظاہر اور اس کی تمام جدید وقدیم اقسام...... بتوں اور قبروں کی پرستش سے لے کر وطن پرستی اور سیکولرازم جیسے جدید شرکیہ نظریات تک...... ہر نوع کے شرک وکفر کا کلی خاتمہ جہاد کا اساسی مقصد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بعثت بین یدي الساعة بالسیف حتٰی یعبد اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ..."

"مجھے قیامت تک کے لئے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے، یہاں تک کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی جانے لگے......"

(مسند أحمد ومصنف ابن أبي شیبة وشعب الإیمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی سیرتِ طیبہ سے یہ بات واضح ہے کہ انھوں نے دنیا سے شرک کی نجاست ختم کرنے کی خاطر تلوار اٹھائی اور اسی تلوار کے ذریعے، جہاں تک ان کا بس چلا، شرک وکفر کو ختم کرتے گئے۔ بلاشبہ انہوں نے کبھی کسی کی گردن پہ تلوار رکھ کر اسے کلمہ پڑھنے پر مجبور نہیں کیا، لیکن یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ یہ قتال ہی کا اثر اور تلوار کا رعب تھا کہ وہ مشرکینِ مکہ جو ۲۱ برس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنے رہے، جو مکہ مکرمہ میں ۱۳ برس تک آیاتِ قرآنی اور فرامینِ نبویؐ بزبانِ نبیؐ سننے کے باوجود اسلام قبول کرنے سے انکاری رہے، جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں دس ہزار (۱۰،۰۰۰) صحابہؓ کے لشکر کو مکہ میں داخل ہوتے دیکھا تو اپنے کفر کو ترک کر کے جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے۔

پس مجاہدینِ اسلام پر لازم ہے کہ وہ اس اہم مقصدِ جہاد کو نگاہوں میں رکھتے ہوئے ہی اپنے عسکری و دعوتی منصوبے ترتیب دیں۔ معاشرے میں سرایت کردہ (جدید وقدیم) شرکیہ عقائد وتصورات کے خلاف بولنا اور لکھنا، اور کفر وشرک کے مظاہر کو بزورِ بازو ختم کرنا مجاہدین کے اولین فرائض میں سے ہے۔ بالخصوص جن علاقوں میں مجاہدین کو قوت وتمکین حاصل ہوتی جائے وہاں توحید کی دعوت عام کرنے اور شرک و بدعت کو جڑ سے اکھاڑنے پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

قوت وشوکتِ کفار کا خاتمہ

دنیا سے کفار کی قوت اور کفر کی حاکمیت کو نابود کرنا بھی جہاد کا بنیادی مقصد ہے، کیونکہ قوت اگر کفار کے پاس ہو تو اسلام مغلوب ہوگا، مسلمانوں پر زندگی تنگ ہوگی، ان کا دین پر عمل کرنا مشکل ہوگا اور شدید کفر و فساد پھیل جائے گا۔ امام جصاصؒ آیت ﴿وقاتلوهم حتىٰ لا تكون فتنة﴾ کے تحت فتنہ کی تفسیر کچھ اس طرح کرتے ہیں:

"إن الفتنة هي الإختبار، والكفر عند الإختبار إظهار الفساد".

"فتنہ دراصل آزمائش کو کہتے ہیں، اور کفر بھی اظہارِ فساد (یعنی غلبۂ فساد) کی صورت میں ایک آزمائش ہے"۔

(أحكام القرآن؛ جلد ۱، سورة البقرة)

چنانچہ قتال کا ایک اساسی مقصد یہ ہوا کہ اللہ کی زمین سے فساد ختم کر دیا جائے اور کفار کی طاقت مٹا دی جائے تاکہ مسلمانوں کو دینِ اسلام پر عمل سے روکنے اور آزمائشوں میں مبتلا کرنے والی کوئی قوت باقی نہ بچے۔ امام جصاصؒ سورۂ انفال کی آیت کے ذیل میں محمدؒ بن اسحاق کا یہ قول لکھتے ہیں:

"حتىٰ لا يفتتن مؤمن عن دينه".

"(ان سے قتال کرو یہاں تک کہ وہ وقت آجائے جب) کسی مومن کو اپنے دین کے معاملے میں فتنے کا سامنا نہ رہے (یعنی مومن کو دین سے ہٹانے والے تمام اسباب مٹا ڈالے جائیں)"۔

(أحكام القرآن؛ جلد ۳، سورة الأنفال)

امام طبریؒ اس آیت کا ایک معنی یہ بیان کرتے ہیں:

"......فيرتفع البلاء عن عباد الله من الأرض".

"......(ان سے قتال کرو یہاں تک کہ) زمین میں کہیں بھی اللہ کے بندوں پر (کافروں کی جانب

سے مسلط کردہ) آزمائش وبلاء باقی نہ رہے''۔

(تفسير الطبري؛ سورة الأنفال)

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی، صاحبِ تفسیر مظہری (م۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

''﴿حتٰى لا تكون فتنة﴾ أي: فساد في الأرض، يعني حتٰى يسلموا أو يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون''.

''((یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے)) سے مراد یہ ہے کہ زمین پر فساد باقی نہ رہے؛ یعنی یہاں تک کہ یا تو وہ اسلام قبول کرلیں یا پھر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور ذلیل بن کر رہیں''۔

(تفسير المظهري؛ سورة الأنفال)

دینِ اسلام کسی طور کفار کی قوت اور زمین کے کسی حصے پر ان کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔ یہ زمین اللہ کی ہے، یہاں بسنے والے انسان (خواہ مسلمان ہوں یا کافر) اللہ ہی کے بندے اور غلام ہیں......پس ان پر حکومت بھی اللہ ہی کے قانون کے مطابق ہوگی۔قوت اور حکومت جب تک کفر کے ہاتھ میں رہتی ہے، کفار کی ایک وسیع آبادی اپنے رب کی بندگی کرنے کی بجائے رب کے ساتھ کفر وشرک کرنے پر مجبور ہوتی ہے اور حق سے نابلد رہتی ہے۔اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو وہ اس حال میں کفار کے ظلم وستم کا شکار ہوتے ہیں، جاہلی تہذیب اور کفری قوانین کی جکڑ بندیوں میں گرفتار ہوتے ہیں اور ان کے لئے دینِ اسلام پر عمل پیرا ہونا نہ صرف دشوار بلکہ بعض اوقات ناممکن ہوجاتا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جہاد کی مشروعیت کا ایک اساسی مقصد یہ بیان کیا کہ دنیا میں کفر کی حاکمیت اور اس کی قوت وشوکت ختم کردی جائے۔ان سے قتال کیا جائے یہاں تک کہ کفر کے نظام زمیں بوس ہوجائیں اور کفار یا تو اسلام قبول کرلیں، یا پھر مسلمانوں کو جزیہ ادا کرتے ہوئے ذلیل، حقیر اور تابع فرمان بن کر رہیں اور ان کے لئے معاشرے میں کوئی عزت باقی نہ بچے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی سرزمینِ حجاز میں مشرکین کی قوت توڑی اور وہاں شوکتِ کفر کا خاتمہ ہوا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد صحابۂ کرامؓ نے روم وفارس کی سلطنتوں کا خاتمہ کیا اور وہاں کفر کی حاکمیت کی جگہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کی۔

پس مجاہدینِ اسلام پر بھی لازم ہے کہ آج وہ یہود کی سربراہی میں عالمی سطح پر قائم نظامِ کفر کے خاتمے کو اپنا بنیادی ہدف جانیں۔اسی نظامِ کفر نے سیاسی، اقتصادی، عسکری، ابلاغیاتی، فکری وعقائدی......ہر سطح پر امت کو مغلوب رکھنے اور اسے اس کے دین سے ہٹا کر راہِ ارتداد پر لے جانے کا پورا انتظام کر رکھا ہے۔مسلم علاقوں میں قائم نظام ہائے کفر بھی دراصل کوئی علیحدہ اور خودمختار نظام نہیں، بلکہ اسی عالمی نظامِ کفر کے مقامی

نمونے ہیں۔ پس جب تک عالمی و مقامی سطح پر یہ فتنہ قائم ہے، کفار کی قوت برقرار ہے، جہاد کو جاری رکھنا ہوگا اور مجاہدین کو کفار کی قوت وشوکت توڑ کر ہی دم لینا ہوگا۔

اعلائے کلمۃ اللہ

جہاد فی سبیل اللہ کا ایک نہایت اساسی مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے...... یعنی دنیا میں شرک و کفر کی جگہ توحید باری تعالیٰ عام ہو جائے، اطاعت و بندگیٔ غیر اللہ کی جگہ اللہ واحد وقہار ہی کی عبادت کی جانے لگے، انسانوں کی حاکمیت کی جگہ رب کی حاکمیت (بصورتِ خلافت) قائم ہو جائے اور اسلام کی دعوت کو بہ کو پھیل جائے۔ پہلے ذکر کی گئی سورۂ انفال کی آیت کے دوسرے حصہ میں اسی کا تذکرہ ہے۔ امام قتادہؒ کا قول ہے:

"﴿و يكون الدين كله لله﴾، حتىٰ يقال لا إله إلا الله، عليها قاتل نبي الله صلى الله عليه وسلم وإليها دعا".

"((اور دین تمام کا تمام اللہ کا ہو جائے)) سے مراد ہے: (ان سے قتال کرو) یہاں تک کہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کیا جانے لگے؛ اسی کلمے کی خاطر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال کیا اور اسی کی طرف آپؐ نے دعوت دی"۔

امام طبریؒ رقم طراز ہیں:

"حتىٰ تكون الطاعة والعبادة كلها لله خالصة دون غيره".

"(ان سے قتال کرو) یہاں تک کہ اطاعت وعبادت، سب اللہ ہی کے لیے خالص ہو جائے"۔

(تفسير الطبري؛ سورة الأنفال)

امام ابنِ کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

"يكون دين الله هو الظاهر العالي على سائر الأديان".

"(ان سے قتال کرو یہاں تک کہ) اللہ کا دین باقی تمام ادیان پر غالب وعالی ہو جائے"۔

(تفسير ابن كثير؛ سورة البقرة)

علامہ آلوسیؒ (م ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

"و تضمحل الأديان الباطلة كلها، إلا بهلاك أهلها جميعًا أو برجوعهم عنها خشية القتل".

"(ان سے قتال کرو یہاں تک کہ) تمام ادیانِ باطلہ مغلوب ہو جائیں؛ یا تو اس طرح کہ ان کے

ماننے والے سب ہلاک ہو جائیں یا پھر وہ قتل کے خوف سے اپنا دین چھوڑ دیں''۔

(روح المعاني؛ سورة الأنفال)

اور دینِ اسلام ادیانِ باطلہ پر اسی وقت حاوی ہو پائے گا جب بالفعل اسلام و مسلمانوں کو کفار پر غلبہ و استیلاء حاصل ہو جائے، خلافت قائم ہو جائے اور کفار کے پاس ذرا اختیار نہ رہے۔ امام مظہریؒ آیت ﴿ویکون الدین کله للّٰه﴾ کے ذیل میں کہتے ہیں:

''لیس المراد بالدین ههنا ملة الإسلام و ما یتعبد اللّٰه به.... بل المراد منه القهر و الغلبة والإستیلاء والسلطان والملک والحکم''.

''یہاں دین سے مراد نہ تو ملتِ اسلام ہے اور نہ ہی مراسمِ عبودیتِ رب...... بلکہ اس سے مراد قہر، غلبہ، قبضہ، اقتدار، سلطنت اور اختیار (کا اللہ کے لیے خالص ہو جانا) ہے''۔

(تفسير المظهري؛ سورة الأنفال)

امام بخاری کی روایت کردہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أمرت أن أقاتل الناس حتٰی یشهدوا أن لا إله إلا اللّٰه وأن محمد رسول اللّٰه، ویقیموا الصلٰوة ویؤتوا الزکوة. فإذا فعلوا ذلک عصموا مني دمائهم وأموالهم إلا بحق الإسلام، وحسابهم علی اللّٰه''.

''مجھے حکم ہوا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ پس جب وہ یہ کرنے لگیں تو انھوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے بچا لیا، سوائے اس حق کے جو اسلام میں ان پر مقرر ہے، اور ان کا حساب تو اللہ کے ذمے ہے''۔

(صحيح البخاري؛ كتاب الإيمان، باب ''فإن تابوا وأقاموا الصلٰوة واٰتوا الزكٰوة فخلوا سبيلهم'')

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''المراد بما ذکر من الشهادة وغیرها: التعبیر عن إعلاء کلمة اللّٰه وإذعان المخالفین، فیحصل في بعض بالقتل وفي بعض بالجزیة وفي بعض بالمعاهدة''.

''یہاں (لا الٰہ الا اللہ کی) شہادت اور اس کے علاوہ (اقامتِ نماز اور ادائیگیٔ زکوٰۃ) سے مراد اللہ کے کلمے کا بلند ہونا اور مخالفینِ حق کا زیر ہونا ہے۔ یہ مقصد کہیں قتل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، کہیں جزیے اور کہیں معاہدے کے ذریعے''۔

(فتح الباري؛ كتاب الإيمان، باب ''فإن تابوا وأقاموا الصلٰوة واٰتوا الزكٰوة فخلوا سبيلهم'')

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"...من قاتل لتكون كلمة اللّٰه هي العليا فهو في سبيل اللّٰه".

"......جو اس لئے لڑے کہ اللہ کا کلمہ ہی بلند ہو، تو وہی دراصل اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے"۔

(صحيح البخاري؛ كتاب الجهاد والسير، باب من قاتل لتكون كلمة اللّٰه هى العليا)

ملا علی قاریؒ (م۱۰۱۴ھ) اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"وكلمة اللّٰه عبارة عن دين الحق لأن اللّٰه تعالىٰ دعا إليه وأمر الناس بالإعتصام به.... وأفاد الإختصاص أي لم يقاتل لغرض من الأغراض إلا لإظهار الدين، واللّٰه أعلم".

"اور ((اللہ کے کلمے)) سے یہاں مراد ہے دینِ حق؛ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کی طرف بلایا ہے اور انسانوں کو اسی سے چمٹے رہنے کا حکم دیا ہے......اور اس اختصاص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فقط وہی شخص اللہ کی راہ میں لڑنے والا کہلائے گا جو غلبۂ دین ہی کی غرض سے قتال کرے، واللہ اعلم"۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكٰوة المصابيح؛ كتاب الجهاد)

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو عزت اور عظمت کے ساتھ ہی نازل کیا ہے۔ اسلام کا یہ مزاج سمجھنے کے لئے درج ذیل واقعہ ہی کافی ہے:

فتحِ مکہ کے موقع پر صحابیٔ رسولؐ حضرت عائذؓ بن عمرو اور ان کے ہمراہ حضرت ابوسفیانؓ (جو اس وقت تک مشرک تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "یہ ابوسفیان ہے اور یہ عائذؓ بن عمرو"۔ جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"هذا عائذ بن عمرو وأبو سفيان، الإسلام أعز من ذلك، الإسلام يعلو ولا يعلىٰ".

"(بلکہ یوں کہو کہ) یہ عائذؓ بن عمرو ہیں اور یہ ابوسفیان (یعنی پہلے مسلمان کا نام لو)؛ اسلام اس سے کہیں زیادہ معزز ہے، اسلام غالب رہتا ہے اور کسی سے مغلوب نہیں ہوتا"۔

(سنن البيهقي؛ باب ذكر بعض من صار مسلما بإسلام أبويه أو أحدهما من أولاد الصحابةؓ)

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا بھی برداشت نہیں کیا کہ مشرک کا نام مسلمان سے پہلے لیا جائے تو یہ کیا قابلِ برداشت ہوسکتا ہے کہ کفر بحیثیتِ مجموعی غالب اور اسلام مغلوب ہو، اور کفار مسلمانوں پر

حاکمیت کریں۔

پس مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ’’اعلائے کلمۃ اللہ‘‘ سے یہی مراد ہے کہ اسلام کو عقائد وافکار، عبادات وطاعات، سیاست وحکومت......غرض ہر اعتبار سے غالب کر دیا جائے؛ اور یہی ’’اعلائے کلمۃ اللہ‘‘ جہاد فی سبیل اللہ کا بنیادی مقصد ہے۔

اسلام کا جزوی نفاذ قطعاً مقصود نہیں

مندرجہ بالا بحث میں ایک نہایت اہم نکتہ یہ ہے کہ ان مقاصد کا کامل حصول ہی اللہ تعالیٰ کو مقصود ہے، جزوی نہیں۔ اس کو یوں سمجھیں کہ اگر کفار کی مدافعت میں جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ انجام دیا جائے یہاں تک کہ دین وشریعت کے بعض احکامات نافذ ہو جائیں اور کچھ کفری احکام بھی جاری رہیں تو اسلام اس کو ہرگز تسلیم نہیں کرتا۔ شریعت کی رو سے جہاد وقتال اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ کفر کی حاکمیت پوری طرح ختم نہ ہو جائے اور پورے کا پورا دین نافذ نہ ہو جائے......یہی اعلائے کلمۃ اللہ کی صحیح تعبیر ہے۔ امام عبدالرحمٰنؒ بن زید ﴿ویکون الدین کلہ للّٰہ﴾ کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ:

’’لا یکون مع دینکم کفر‘‘.

’’(کفار سے قتال کرو یہاں تک کہ) تمہارے دین کے ساتھ (کچھ) کفر باقی نہ رہے‘‘۔

(تفسير الطبري؛ سورة الأنفال)

امام ابنِ تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

’’قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وقاتلوهم حتىٰ لا تكون فتنة ويكون الدين كله للّٰه﴾ فإذا كان بعض الدين للّٰه وبعضه لغير اللّٰه وجب القتال حتىٰ يكون الدين كله للّٰه‘‘.

’’اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ((اور ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین کامل اللہ کے لئے ہو جائے)) پس اگر یہ حال ہو کہ کچھ دین اللہ کے لئے ہو اور کچھ غیر اللہ کے لئے تو قتال فرض ہو جائے گا، یہاں تک کہ دین کامل اللہ ہی کے لئے ہو جائے‘‘۔

(فتاویٰ ابن تیمیہؒ)

پس اگر جہاد کے ذریعے دیگر مقاصد حاصل ہو بھی جائیں مثلاً غاصب کفار مسلم سرزمینوں سے نکال دیئے جائیں اور مسلمانوں کو ظلم وعدوان سے نجات مل جائے......لیکن اس کے بعد بھی ان سرزمینوں میں دین پورا اللہ کے لئے نہ ہو، کفری نظام رائج رہے اور خلافت وامارت کا قیام عمل میں نہ آئے، تو جہاد ساقط نہیں ہوگا بلکہ اس وقت تک جاری رہے گا کہ جب تک نظامِ خلافت قائم نہ ہو جائے۔

جہاد، عصرِ حاضر میں

اس وقت دنیا کا منظر نامہ اور امتِ مسلمہ کی حالتِ زار سب کے سامنے ہے۔ بہت سی مسلم سرزمینیں کئی صدیوں سے کفار کے تسلط میں ہیں مثلاً اندلس، جنوبی فرانس، فلپائن، سائبیریا، روس و چین کے کچھ علاقے اور ایتھوپیا سمیت افریقہ کے بعض ممالک۔ خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد سے تو بالخصوص کفار کی تمام اقوام امتِ مسلمہ پر چہار جانب سے حملہ آور ہیں۔ امریکہ اور دیگر کافر قوموں نے بہت سے مسلم خطوں کو تختۂ مشق بنا رکھا ہے جن میں فلسطین، افغانستان، عراق، شیشان، صومالیہ اور کشمیر شامل ہیں۔ افغانستان، عراق اور صومالیہ کے بعض علاقوں پر محیط امارتِ اسلامیہ کے علاوہ باقی تمام مسلم ممالک میں کفار کے آلہ کار حکمرانی کے مناصب پر قابض ہیں اور وہاں کفری نظامِ حکومت اور قوانین رائج ہیں۔ امریکہ کی قیادت میں مغرب سراپا کفر و شرک ''جمہوری'' اور ''سرمایہ دارانہ نظام'' کو امتِ مسلمہ پر مسلط کر رہا ہے۔ ان حالات میں علمائے حق نے تمام عاقل و بالغ مسلمانوں پر جہاد کو فرضِ عین قرار دے رکھا ہے اور الحمد للہ، مجاہدین کا مبارک گروہ حق پر قائم **قاهرين على عدوهم** کے مصداق کفار کے خلاف امت کا ہراول دستہ بنا ہوا ہے۔

پس مجاہدینِ اسلام پر لازم ہے کہ وہ اپنے منہج اور مقاصد کو واضح رکھیں تا کہ جہاد محض مسلم سرزمینوں سے حملہ آور دشمن کو دفع کرنے تک محدود نہ رہے؛ بلکہ یہ جہاد امتِ مسلمہ میں در آنے والے کفریہ عقائد، قدیم و جدید شرکیہ تصورات، مراسمِ عبودیت سے لے کر ایوان ہائے اقتدار تک پھیلی ہوئی مختلف انواعِ کفر، شرکیہ جمہوری نظامِ حکومت، مغربی صہیونی سرمایہ دارانہ نظام، انسانوں کے وضع کردہ جاہلی بین الاقوامی قوانین، وطن پرستی کی بنیاد پر قائم ہونے والی مصنوعی سرحدات اور اقوامِ متحدہ، سلامتی کونسل، آئی ایم ایف، عالمی بینک جیسے اداروں کی شوکت و قوت کے مکمل خاتمے اور اس سب کی جگہ رب کی شریعت کے نفاذ، کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کے کامل اظہار، دینِ اسلام کی سربلندی اور خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام تک جاری رہے۔

راہِ حق پر استقامت اور دینِ حق کی نصرت

اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ﴾ (الصف: ۱۴)

''اے ایمان والو! اللہ کی نصرت کرنے والے بنو، جس طرح عیسیٰؑ ابن مریمؑ نے حواریوں کو خطاب

کر کے کہا تھا: کون ہے اللہ کی طرف (بلانے) میں میرا ناصر و مددگار؟ اور حواریوں نے جواب دیا تھا: ہم ہیں اللہ کے مددگار۔ اس وقت بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے گروہ نے انکار کیا۔ پھر ہم نے ایمان لانے والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں تائید کی اور وہی غالب رہے''۔

یہ وقت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کے لئے اٹھنے کا وقت ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے اللہ کے دین کی نصرت کی تھی۔ پس مجاہدین و مومنین اپنے دلوں میں اخلاص کو جگہ دیں، حق پر استقامت اختیار کریں، دینِ اسلام کی جان و مال سے نصرت کریں اور راہِ جہاد پر صبر و ثبات کے ساتھ قائم رہیں، یہاں تک کہ دنیا سے شرک کا خاتمہ ہو جائے اور چشمِ فلک افقِ عالم پر وہ سورج طلوع ہوتا دیکھے کہ جس کی کرنیں خلافتِ اسلامیہ کی صبحِ اول کی نوید بن کر اہلِ ایمان پر چھائیں اور اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے۔ اسی کے بدلے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نصرت اترے گی اور آخرت میں جنتوں میں انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین کی رفاقت نصیب ہوگی، ان شاء اللہ!

﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾

(الغافر: ۵۱)

''یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً کرتے ہیں اور اس روز بھی کریں گے، جب گواہ کھڑے ہوں گے''۔

إنما يخشى الله من عباده العلماء

حکمرانوں کی قربت سے بچو!

امام حافظ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ)

مترجم: مولانا مجاھد فاروقی

(گزشتہ سے پیوستہ)

باب دوم

گزشتہ شمارے میں ہم نے امام سیوطیؒ کی کتاب "ما رواه الأساطين في عدم المجيء إلى السلاطين" کے پہلے باب کا ترجمہ پیش کیا تھا، جس میں حکمرانوں کے یہاں جانے کی ممانعت پر دلالت کرنے والی احادیث اور اقوالِ صحابہؓ ذکر کیے گئے تھے۔ ذیل میں ہم اسی کتاب کا دوسرا باب پیش کرر ہے ہیں۔ اس باب میں وہ روایات بیان کی گئی ہیں جن میں حکمرانوں کے یہاں جانے کی ممانعت کے متعلق تابعین و تبع تابعین کا اسوہ و اقوال منقول ہیں۔ تسہیل کی غرض سے یہ تصرف کیا گیا ہے کہ ان روایات کو شخصیات کے عنوانات کے تحت ذکر کیا ہے جبکہ شخصیات کو بترتیبِ سنِ وفات ذکر کیا ہے۔ (مترجم)

جمہور علمائے سلف اور صلحائے خلف کا مؤقف یہ ہے کہ (باب اول میں مذکورہ) احادیث اور روایات (حکمرانوں کے یہاں جانے کی ممانعت کے) حکم پر مطلقاً دلالت کرتی ہیں، چاہے حکمران خود دعوت دیں یا نہ دیں، اور چاہے دینی امور کے لیے بلائیں یا کسی اور غرض سے بلائیں۔

امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:

"إن دعوك لتقرأ عليهم: قل هو الله أحد، فلا تأتهم".

"اگر حکمران تمہیں اس لیے بلائیں کہ تم انہیں ﴿قل هو اللّٰه أحد﴾ پڑھ کر سناؤ تو پھر بھی نہ جانا"۔

(بحوالہ بیہقیؒ)

ذیل میں اسی حوالے سے خیر القرون (یعنی پہلی تین صدیوں) کے تابعین و تبع تابعین کا اسوہ اور ان کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں:

حضرت سعیدؒ بن مسیّب (م ۹۴ھ)

ابونعیمؒ نے کتاب الحلیة میں میمونؒ بن مہران سے روایت کیا ہے کہ:

خلیفہ عبداللہ بن عبدالملک بن مروان مدینہ گیا تو اپنے دربان کو حضرت سعیدؒ بن مسیّب کے یہاں بھیجا۔ دربان نے جا کر ان سے کہا: ''امیر المؤمنین کے یہاں تشریف لائیے''۔آپؒ نے فرمایا: ''امیر المؤمنین کو کیا حاجت پیش آئی ہے؟'' دربان نے جواب دیا: ''تاکہ آپ ان سے گفت وشنید کریں''۔آپؒ نے فرمایا:

''**لست من حداثه**''.

''میں ان سے گفت وشنید کرنے والوں میں سے نہیں''۔

اس پر دربان واپس چلا گیا اور خلیفہ کو یہ ماجرا سنایا۔خلیفہ نے (مایوس ہو کر) کہا: ''انہیں چھوڑ دو''۔

ابن عساکرؒ نے روایت نقل کی ہے کہ ابوزنادؒ کے والد نے کہا:

مدینہ کے تمام فقہاء خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیز کے یہاں جاتے تھے ماسوائے سعیدؒ بن مسیّب کے۔ چنانچہ خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیز اس پر راضی تھے کہ ان کے (اور حضرت سعیدؒ بن مسیّب کے) درمیان کوئی پیغام رساں ہو اور یہ فرائض میں انجام دیتا تھا۔

حضرت حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ)

نعیمؒ بن ہیصم نے اپنے مشہور جزء میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت حسنؒ کسی حکمران کے در پہ بیٹھے چند قاریوں کے پاس سے گزرے تو ان سے کہا:

''**أقرحتم جباهكم، وفرطحتم نعالكم، وجئتم بالعلم تحملونه على رقابكم إلى أبوابهم؟! أما إنكم، لو جلستم في بيوتكم لكان خيرًا لكم. تفرقوا! فرق الله بين أعضائكم**''.

''تم لوگوں نے اپنی پیشانیوں کو دھوپ میں جھلسایا اور جوتوں کو گھِسایا، اور (اتنی مشقت جھیل کر) تم علم کو اپنی گردنوں پر اٹھائے اِن کے دروازوں پر لے آئے ہو؟! سنو! اگر تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے تو یہ تمہارے حق میں اس سے کہیں بہتر ہوتا۔ یہاں سے دفع ہو جاؤ، اللہ تمہارا ناس کرے''۔

زجاجیؒ نے اپنی أمالی میں لکھا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ (والیٔ کوفہ) عمر بن ہبیرہ کے در سے گزرے جہاں کچھ علماء جمع تھے۔آپؒ نے سلام کیا اور پھر فرمایا:

''**ما لكم جلوسًا قد أحفيتم شواربكم وحلقتم رؤوسكم، وقصرتم أكمامكم، وفلطحتم نعالكم، أما والله! لو زهدتم فيما عندهم، لرغبوا فيما عندكم، ولكنكم رغبتم فيما عندهم، فزهدوا فيما عندكم، فضحتم القراء، فضحكم الله**''.

"تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اپنی مونچھیں کٹوائے، سر منڈوائے، آستینیں چھوٹی کیے اور جوتے گھِسائے بیٹھے ہو! سنو، اللہ کی قسم! ان حکمرانوں کے پاس جو (دنیا کی رنگینی) ہے، اگر تم اس سے کنارہ کشی اختیار کرو گے تو انھیں تمھارے پاس جو (علم) ہے اس میں رغبت پیدا ہوگی۔ لیکن چونکہ تمھارے دلوں میں ان کے مال ودولت کی رغبت ہے، اس لیے وہ تمھارے علم سے لاپرواہ ہیں۔ تم نے علماء کو رسوا کیا، اللہ تمھیں رسوا کرے"۔

ابن نجارؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا:

"إن سرّكم أن تسلموا ويسلم لكم دينكم، فكفوا أيديكم عن دماء المسلمين، وكفوا بطونكم عن أموالهم، وكفوا ألسنتكم عن أعراضهم ولا تجالسوا أهل البدع، ولا تأتوا الملوك فيلبسوا عليكم دينكم".

"اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تم خود بھی سلامت رہو اور تمھارا دین بھی سلامت رہے تو اپنے ہاتھوں کو مسلمانوں کے ناحق خون میں رنگے جانے سے روکو، اپنے پیٹ کو مسلمانوں کا مال کھانے سے روکو، اپنی زبان کو ان کی آبروریزی سے روکو، اہلِ بدعت کے ساتھ مت بیٹھا کرو، اور بادشاہوں کے یہاں نہ جایا کرو؛ ورنہ وہ تمھارے دین کو تمھارے لیے مبہم ودشوار کردیں گے"۔

حضرت ابوحازم سلمہؒ بن دینار (م ۱۴۰ھ)

ابن عساکرؒ روایت کرتے ہیں کہ:

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک مدینہ آیا اور تین دن وہاں قیام کیا۔ (اسی دوران) ایک دفعہ کہنے لگا: "یہاں کوئی ایسا شخص ہے جس نے اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہو تو وہ ہمیں کچھ سنائے؟" کہا گیا: "ہاں ایک شخص ہے، اسے ابوحازم کہا جاتا ہے"۔ تو اس نے آپؒ کو بلا بھیجا اور آپؒ آگئے۔ سلیمان نے آپؒ سے کہا: "اے ابوحازم! ہم سے یہ کیسی دوری ہے کہ مدینے کے تمام بڑے ہمارے ہاں آئے اور آپ نہ آئے!" ابو حازمؒ نے جواب دیا:

"إن الناس لما كانوا على الصواب، كانت الأمراء تحتاج إلى العلماء، وكانت العلماء تفر بدينهم من الأمراء، فلما رأى ذلك قوم من أذلة الناس تعلموا العلم وأتوا به إلى الأمراء فاستغنت به عن العلماء، واجتمع القوم على المعصية فسقطوا أو تعسوا أو تنسكوا، ولو كان علماؤنا هؤلاء يصونون علمهم، لم تزل الأمراء تهابهم".

’’جب تک لوگ راہِ راست پر تھے تو فرمانروا علماء کے محتاج ہوتے تھے، جبکہ علماء اپنے دین کی حفاظت کی خاطر ان سے دور بھاگتے تھے۔ پس جب قوم کے کچھ ذلیل لوگوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے علم حاصل کیا اور پھر فرمانرواؤں کے در پہ گئے۔ فرمانروا ان کی وجہ سے حقیقی علماء سے مستغنی ہوگئے۔ اور اس طرح یہ لوگ گناہ پر اکٹھے ہوئے تو انحطاط کا شکار ہوئے یا بدبخت ہوگئے، یا محض ظاہری شعائر اختیار کر لئے۔ اگر ہمارے یہ علماء اپنے علم کی حفاظت کرتے تو اب بھی حکمرانوں پر ان کی ہیبت قائم ہوتی‘‘۔

بیہقیؒ اور ابن عساکرؒ نے روایت کیا ہے کہ:

زہریؒ نے خلیفہ سلیمان یا ہشام سے کہا: ’’آپ ابو حازم سے پوچھتے نہیں کہ انہوں نے علماء کے بارے میں کیا کہا ہے؟‘‘ (چنانچہ) اس نے ابو حازمؒ سے پوچھا: ’’آپ نے علماء کے بارے میں کیا کہا ہے؟‘‘ ابو حازمؒ نے فرمایا:

’’وما عسيت أن أقول في العلماء إلا خيرًا، إني أدركت العلماء وقد استغنوا بعلمهم عن أهل الدنيا، ولم تستغن أهل الدنيا بدنياهم عن علمهم فلما رأى ذلک هذا وأصحابه تعلموا العلم فلم يستغنوا به واستغنى أهل الدنيا بدنياهم عن علمهم. فلما رأوا ذلک، قذفوا بعلمهم إلى أهل الدنيا ولم ينلهم أهل الدنيا من دنياهم شيئًا، إن هذا وأصحابه ليسوا علماء، إنما هم رواة‘‘.

’’میں علماء کے بارے میں خیر کے سوا کیا کہہ سکتا ہوں۔ میں نے حقیقی علماء کو پایا تھا، وہ اپنے علم کی بدولت اہلِ دنیا سے مستغنی تھے، جبکہ اہلِ دنیا اپنی دنیا کی خاطر ان کے علم سے مستغنی نہ ہو پاتے تھے۔ جب یہ ماجرا اس نے اور اس کے ساتھیوں نے دیکھا تو انہوں نے علم سیکھا، لیکن یہ اپنے علم کی بدولت اہلِ دنیا سے مستغنی نہیں ہوئے، جبکہ اہلِ دنیا اپنی دنیا کی خاطر (یعنی دنیا ہی پر راضی ہو کر) ان کے علم سے مستغنی ہوگئے۔ پس جب انہوں نے یہ حال دیکھا تو اپنے علم کو اہلِ دنیا کے سامنے پیش کر دیا جبکہ اہلِ دنیا نے اپنی دنیا میں سے انہیں کچھ نہ دیا۔ بلاشبہ یہ اور اس کے ساتھی علماء نہیں، محض راوی ہیں‘‘۔

ابو نعیمؒ اور ابن عساکرؒ نے روایت کیا ہے کہ:

کسی حکمران نے ابو حازمؒ کو بلایا تو وہ چلے گئے جبکہ اس حکمران کے پاس اِفریقیؒ، زہریؒ اور کئی دیگر علماء بھی موجود تھے۔ حکمران نے کہا: ’’اے ابو حازم! کچھ فرمائیں‘‘۔ ابو حازمؒ نے فرمایا:

''إن خير الأمراء من أحب العلماء، وإن شر العلماء من أحب الأمراء. وكانوا فيما مضى إذا بعث الأمراء إلى العلماء لم يأتوهم، وإذا سألوهم لم يرخصوا لهم وكان الأمراء يأتون العلماء في بيوتهم فيسألونهم، وكان في ذلك صلاح للأمراء وصلاح للعلماء. فلما رأى ذلك ناس من الناس، قالوا: ما لنا لا نطلب العلم حتى نكون مثل هؤلاء وطلبوا العلم فأتوا الأمراء فحدثوهم فرخصوا لهم فخربت العلماء على الأمراء، وخربت الأمراء على العلماء''.

''حکمرانوں میں سے بہترین وہ ہے جو علماء سے محبت کرے اور علماء میں سے بدترین وہ ہے جو حکمرانوں سے محبت کرے۔ گزرے زمانے میں جب حکمران علماء کو بلاتے تھے تو وہ نہیں آتے تھے، اور جب وہ ان سے مسئلہ پوچھتے تھے تو علماء انہیں رخصت نہ دیتے تھے۔ حکمران علماء کے یہاں ان کے گھر تک جا کر ان سے مسئلہ دریافت کرتے تھے۔ اس میں حکمرانوں کی بھی خیر تھی اور علماء کی بھی۔ جب یہ حال کچھ لوگوں نے دیکھا تو کہا: بھلا ہم کیوں نہ علم حاصل کریں تا کہ ہم بھی ان کی طرح ہو جائیں۔ پس انہوں نے علم حاصل کیا اور حکمرانوں کے پاس جا پہنچے۔ پھر انہیں علم سنایا اور ان کو رخصتیں دیتے گئے۔ اس طرح علماء نے حکمرانوں کو برباد کیا اور حکمرانوں نے علماء کو''۔

ابن عساکرؒ روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ سلیمان بن ہشام نے ابو حازمؒ کی طرف پیغام بھیجا۔ (جب وہ آ گئے) تو ان سے کہا: ''فرمایئے!'' انہوں نے کہا:

''ما لي من حاجة أتكلم بها، ولولا اتقاء شركم ما جئتكم، لقد أتى علينا زمان وإنما الأمراء تطلب العلماء فتأخذ مما في أيديهم فتنتفع به، فكان في ذلك صلاح للفريقين جميعًا، فطلبت اليوم العلماء الأمراء وركنوا إليهم واشتهوا ما في أيديهم، فقالت الأمراء ما طلب هؤلاء ما في أيدينا حتى كان ما في أيدينا خيراً مما في أيديهم، فكان في ذلك فساد للفريقين كليهما''.

''مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں کہ میں کچھ کہوں، اور اگر مجھے آپ کے شر کا خوف نہ ہوتا تو میں کبھی نہ آتا۔ (افسوس! کہ) ہم پر ایسا زمانہ آ چکا ہے، وگرنہ اصلاً تو حکمرانوں کو علماء کے یہاں جا کر ان کے علم سے استفادہ کرنا چاہیے، اسی میں دونوں فریقین کی بھلائی ہے۔ جبکہ آج کل علماء حکمرانوں کی طلب میں رہتے ہیں، ان کے یہاں جا بیٹھتے ہیں اور ان کے مال و دولت کی لالچ کرتے ہیں، اور اس میں دونوں ہی فریقین کی بربادی ہے''۔

یہ سن کر سلیمان بن ہشام نے کہا: ''آپ نے سچ فرمایا''۔

ابن عساکرؒ نے اور بیہقیؒ نے **الزھد** میں سفیانؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

کسی حکمران نے ابوحازمؒ کو کہا: ''اپنی حاجت بیان کرو''۔ آپؒ نے فرمایا:

''هيهات هيهات! رفعتها إلى من لا تختزن الحوائج دونه، فما أعطاني منها قنعت، وما زوى عني منها رضيت، كان العلماء فيما مضى يطلبهم السلطان وهم يفرون منه، وإن العلماء اليوم طلبوا العلم حتى إذا جمعوه بحذافيره، أتوا به أبواب السلاطين، والسلاطين يفرون منهم، وهم يطلبونهم''.

''یہ کیسے ہوسکتا ہے، ہرگز نہیں! میں نے اپنی حاجت اس ذات سے طلب کی ہے جس کے یہاں سے حاجات پوری ہوتی ہیں۔ پس جو کچھ اس نے مجھے عطا کیا میں نے اس پر قناعت اختیار کی اور جو اس نے روک لیا میں اس پر راضی ہوا۔ گزرے زمانے میں حاکم علماء کو طلب کرتا تھا اور وہ اس سے بھاگتے پھرتے تھے۔ جبکہ آج کے علماء نے علم حاصل کیا اور جب اسے پورا پورا جمع کرلیا تو حکام کے دروازوں پر لے گئے۔ پس حکام ان سے بھاگتے پھرتے ہیں اور یہ ان کی طلب میں لگے رہتے ہیں''۔

ابن ابوالدنیاؒ، خرائطیؒ اور ابن عساکرؒ روایت کرتے ہیں کہ:

بنی امیہ کے کسی حکمران نے حضرت ابوحازمؒ کو لکھ بھیجا کہ وہ اپنی حاجات اس کے سامنے پیش کریں۔ ابو حازمؒ نے جواب میں لکھا:

''أما بعد فقد جاءني كتابک بعزم أن ترفع حوائجي إليک وهيهات، رفعت حوائجي إلى مولاي فما أعطاني منها قبلت، وما أمسک عني منها رضيت''.

''امابعد، مجھے تمہارا مکتوب موصول ہوا کہ میں اپنی حاجات تمہارے سامنے پیش کروں۔ مگر کیونکر! میں نے تو اپنی حاجات اپنے مولا کے سامنے پیش کیں؛ پس ان میں سے جو چیز بھی اس نے مجھے دی، میں نے قبول کرلی اور جس چیز کو اس نے روک لیا، میں اس پر راضی رہا''۔

یزید بن میسرہؒ (دوسری صدی ہجری)

ابن عساکرؒ امام اوزاعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:

عطاءؒ خراسانی خلیفہ ہشام بن عبدالملک سے ملنے آئے تو مکحولؒ کے یہاں ٹھہرے۔ عطاءؒ نے مکحولؒ سے کہا: ''یہاں کوئی وعظ کرنے والا ہے جو ہمیں ہلا ڈالے (یعنی ہمیں ایسی نصیحت کرے جس سے ہمارے دل لرز

اٹھیں)؟‘‘ انہوں نے کہا: ’’ہاں، یزید بن میسرہؒ ہے‘‘۔ چنانچہ وہ دونوں اس کے یہاں گئے۔ عطاءؒ نے کہا: ’’ہمیں جھنجوڑ ڈالیے، اللہ آپ پر رحم فرمائے!‘‘ یزید بن میسرہؒ نے فرمایا:

’’نعم، كانت العلماء إذا علموا عملوا، فإذا عملوا شغلوا، فإذا شغلوا فقدوا، فإذا فقدوا طلبوا، فإذا طلبوا هربوا‘‘.

’’ضرور! (پس سنو!) علماء جب علم حاصل کر لیتے تھے تو اس پر عمل کرتے تھے، اور جب عمل کرتے تھے تو مشغول ہو جاتے تھے، اور جب مشغول ہو جاتے تو گم ہو جاتے تھے، اور جب گم ہو جاتے تو انہیں ڈھونڈا جاتا تھا، اور جب انہیں ڈھونڈا جاتا تو وہ بھاگ نکلتے تھے‘‘۔

عطاءؒ نے کہا: ’’دوبارہ دہرایئے‘‘۔ آپؒ نے دوبارہ دہرایا۔ اس پر عطاءؒ خلیفہ ہشام سے ملاقات کئے بغیر واپس لوٹ گئے۔

حضرت وھیب بن وردؒ (م۱۵۳ھ)

ابو نعیمؒ نے **الحلیۃ** میں حضرت وھیب بن وردؒ سے روایت کیا ہے کہ آپؒ نے کہا:

’’بلغنا أن العلماء ثلاث، فعالم يتعلمه للسلاطين، وعالم يتعلمه لينفذ به عند التجار، وعالم يتعلمه لنفسه، لا يريد به إلا أنه يخاف أن يعمل بغير علم، فيكون ما يفسد أكثر مما يصلح‘‘.

’’ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ علماء تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ عالم جو حکمرانوں کے لیے علم سیکھتا ہے۔ دوسرا وہ جو تاجروں کے ہاں قدم جمانے کے لیے علم سیکھتا ہے۔ اور تیسرا وہ جو اپنے لیے علم حاصل کرتا ہے؛ علم حاصل کرنے سے اس کا مقصود اس کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا کہ وہ علم کے بغیر عمل کرنے سے ڈرتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اصلاح سے زیادہ فساد کا موجب بن جائے‘‘۔

حضرت سفیان ثوریؒ (م۱۶۱ھ)

ابن باکویہ شیرازیؒ کتاب **أخبار الصوفیه** میں ذکر کرتے ہیں کہ:

ہم مکہ میں حضرت سفیان ثوریؒ کے ساتھ تھے۔ اس دوران کوفہ سے ان کے اہل و عیال کا خط آیا کہ ’’ہماری کسمپرسی کی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ہم گٹھلیاں تل کر کھا رہے ہیں‘‘۔ اس پر حضرت سفیانؒ رو پڑے۔ (یہ حال دیکھ کر) ان کے بعض ساتھیوں نے کہا: ’’اے ابو عبد اللہ! اگر تم فرمانروا کے پاس چلے جاؤ تو جو تم چاہو گے، وہ مل جائے گا‘‘۔ سفیانؒ نے فرمایا:

’’والله لا أسأل الدنيا من يملكها، فكيف أسألها من لا يملكها‘‘.

''اللہ کی قسم! میں تو دنیا اس سے نہیں طلب کرتا جو اس کا مالک ہے (یعنی اللہ تعالیٰ سے)، تو میں اس سے کیسے مانگوں جو اس کا مالک ہی نہیں''۔

عبدالواحدؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے:

''تعززوا على أبناء الدنيا بترك السلام عليهم''.

''دنیا داروں کو سلام نہ کر کے ان کے سامنے اپنی عزت قائم رکھو''۔

ابوالعلاءؒ روایت کرتے ہیں کہ صالح بن خلیفہ کوفی نے حضرت سفیان ثوریؒ کو کہتے ہوئے سنا:

''إن فجار القراء اتخذوا سلّمًا إلى الدنيا فقالوا: ندخل على الأمراء نفرج عن مكروب ونكلم في محبوس''.

''فاجر علماء نے دنیا تک (رسائی کے لیے) ایک بہانہ ڈھونڈ لیا ہے اور کہتے ہیں: ہم حکمرانوں کے یہاں جائیں گے تا کہ کسی مصیبت زدہ کو نجات دلائیں اور کسی قیدی کی سفارش کریں''۔

ابوعلی آمدیؒ نے اپنی تعلیق میں کہا ہے کہ عمارؒ بن سیف نے سفیان ثوریؒ کو کہتے ہوئے سنا:

''النظر إلى السلطان خطيئة''.

''حکمران کی طرف دیکھنا (بھی) ایک گناہ ہے''۔

ابن نجارؒ نے اپنی تاریخ میں سفیان ثوریؒ سے روایت کیا ہے کہ آپؒ نے فرمایا:

''ما زال العلم عزيزًا، حتى حمل إلى أبواب الملوك فأخذوا عليه أجرًا، فنزع الله الحلاوة من قلوبهم ومنعهم العمل به''.

''علم اس وقت تک معزز تھا جب تک اسے بادشاہوں کے دروازوں پر نہ لے جایا گیا اور اس پر لوگ اجرت نہ لینے لگے۔ پس جب ایسا کیا گیا تو اللہ نے ان کے (یعنی ایسے اہلِ علم کے) دلوں سے حلاوتِ ایمانی اٹھا لی اور انہیں اس پر عمل کرنے سے روک دیا''۔

حضرت حماد بن سلمہؒ (م ۱۶۷ھ)

خطیبؒ اور ابن عساکرؒ نے مقاتلؒ بن صالح خراسانی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

میں حضرت حماد بن سلمہؒ کے یہاں گیا۔ میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ دروازے پر کسی نے دستک دی۔ حمادؒ نے کہا: ''اے بیٹی! جاؤ اور دیکھو کہ کون ہے''۔ بچی نے کہا: ''محمد بن سلیمان ہاشمی کا قاصد ہے''، جو کہ بصرہ اور کوفہ کا والی تھا۔ آپؒ نے کہا: ''اسے کہو کہ اکیلا داخل ہو''۔ سو وہ داخل ہوا، سلام کیا اور خط تھمایا، اور کہا: ''اسے پڑھ لیجیے''۔ اس خط میں تحریر تھا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سلیمان کی جانب سے حماد بن سلمہ کے لئے۔ اما بعد!

اللہ آپ پر اس طرح عافیت کے ساتھ صبح کرے جس طرح وہ اپنے اولیاء اور اطاعت گزاروں پر کرتا ہے۔ ہمیں ایک مسئلہ درپیش ہے تو آپ تشریف لائیے تا کہ ہم آپ سے پوچھ سکیں''۔ حمادؒ نے کہا: ''اے بیٹی! جلدی سے دوات لاؤ''۔ پھر مجھے فرمایا: ''اس خط کی پشت کرنا'' اور لکھا:

''أما بعد، فقد صبحك الله بما صبح به أولياءه وأهل طاعته، إنا أدركنا العلماء وهم لا يأتون أحدا، فإن وقعت مسألة فأتنا فاسألنا عما بدا لك! وإن أتيتني، فلا تأتني إلا وحدك، ولا تأتني بخيلك ورجلك، فلا أنصحك ولا أنصح نفسي، والسلام''.

''امابعد! تجھ پر بھی اللہ اسی طرح عافیت کے ساتھ صبح کرے جس طرح وہ اپنے اولیاء اور اطاعت گزاروں پر کرتا ہے۔ ہم نے علماء کے ساتھ وقت گزارا ہے اور یہی دیکھا ہے کہ وہ کسی کے پاس خود چل کر نہیں جاتے تھے۔ اب اگر کوئی مسئلہ آپ کو درپیش ہے تو خود آیئے اور جو چاہتے ہیں، پوچھ لیجیے۔ اور جب آپ تشریف لائیں تو اکیلے ہی آیئے گا، نہ اپنے پیادوں کو ساتھ لایئے گا نہ گھڑ سواروں کو۔ اور اگر میں یہ نہ کہتا تو میں آپ سے اور اپنے آپ سے مخلص نہ ہوتا، والسلام''۔

ابھی میں انھی کے ہاں بیٹھا ہوا تھا کہ دستک دینے والے نے دوبارہ دستک دی۔ آپؒ نے کہا: ''اے بیٹی! جاؤ اور دیکھو کہ کون ہے''۔ اس نے کہا: ''محمد بن سلیمان ہے''۔ فرمایا: ''انہیں کہو کہ اکیلے داخل ہوں''۔ وہ داخل ہوا اور سلام کیا، اور ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا: ''ایسا کیوں ہے کہ جب بھی میں آپ کی طرف دیکھتا ہوں تو خوف طاری ہو جاتا ہے!'' حمادؒ نے فرمایا: ''میں نے ثابت بنانیؒ سے اور انہوں نے انس بن مالکؓ سے سنا؛ وہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''إن العالم إذا أراد بعلمه وجه الله هابه كل شيء، وإذا أراد به أن يكثر به الكنوز، هاب من كل شيء''.

''اگر عالم اللہ کی رضا کی خاطر علم حاصل کرے تو ہر چیز اس سے ڈرتی ہے۔ اور اگر وہ یہ چاہے کہ اس علم سے دنیاوی خزانے بڑھ جائیں تو وہ ہر چیز سے ڈرتا ہے''۔

امام بخاریؒ اپنی تاریخ میں آدمؒ بن ابو ایاس سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ حضرت حماد بن سلمہؒ کو حاکمِ وقت نے بلایا، تو آپؒ نے (اس کے جواب میں) فرمایا:

''أذهب إلى هؤلاء، لا والله! لا فعلت''.

''کیا میں ان لوگوں کے یہاں جاؤں؟!! نہیں، اللہ کی قسم! میں ہرگز ایسا نہ کروں گا''۔

خطیب بغدادیؒ نے بھی حماد بن سلمہؒ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ:

کسی خلیفہ نے آپؒ کے یہاں پیغامبر کو اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ ''ہمیں مسئلہ درپیش ہے، آپ ہمارے یہاں آئیے تاکہ ہم آپ سے دریافت کرسکیں''۔ آپؒ نے پیغامبر کو کہا:

''قل له: إنا أدركنا أقوامًا لا يأتونا أحدًا لما بلغهم من الحديث، فإن كانت لك مسألة فاكتبها في رقعة نكتب لك جوابها''.

''ان سے کہہ دینا کہ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو کسی (حاکم) کے یہاں اس لیے نہ جاتے تھے کہ انہیں (اس کی ممانعت والی) احادیث پہنچ چکی تھیں۔ لہٰذا اب اگر آپ کو کوئی مسئلہ درپیش ہے تو ہمیں رقعہ لکھ دیجیے، ہم اس کا جواب لکھ بھیجیں گے''۔

امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ)

ابوالحسنؒ بن فہر اپنی کتاب **فضائل مالک**ؒ میں یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ:

خلیفہ ہارون الرشید مدینہ آیا تو اس نے (اپنے معلم اور وزیر) برمکی کو امام مالکؒ کے یہاں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ''جس کتاب کی تالیف آپ نے کی ہے، وہ میرے پاس لائیے تاکہ میں آپ سے سنوں''۔ امام مالکؒ نے برمکی کو جواباً فرمایا:

''أقرئه السلام وقل له: إن العلم يزار ولا يزور''.

''انہیں میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ علم کی زیارت خود کی جاتی ہے، وہ کسی کی زیارت نہیں کرتا''۔

برمکی ہارون الرشید کے پاس واپس آیا اور کہا: ''اے امیر المؤمنین! اہلِ عراق تک یہ خبر پہنچ جائے گی کہ آپ نے امام مالکؒ کے پاس کسی کام سے قاصد کو بھیجا جبکہ انہوں نے آپ کی بات نہ مانی! پس آپ اتنا اصرار کریں کہ وہ خود آپ کے پاس چلے آئیں''۔ اس پر خلیفہ نے پھر سے پیغامبر بھیجا تو امام مالکؒ نے فرمایا:

''قل له يا أمير المؤمنين! لا تكن أول من وضع العلم فيضيعك الله''.

''ان سے کہو: اے امیر المؤمنین! آپ علم کا مقام گھٹانے والے پہلے شخص نہ بنیں، ایسا نہ ہو کہ اللہ آپ کو ضائع کردے''۔

خطیب بغدادیؒ نے امام مالکؒ بن انس کا قول نقل کیا ہے کہ آپؒ نے فرمایا:

''أدركت بضعة عشر رجلاً من التابعين يقولون لا تأتوهم، ولا تأمروهم، يعني السلطان''.

''میں دس سے زائد ایسے تابعین سے ملا ہوں جو کہتے تھے: نہ تو تم ان حکمرانوں کے یہاں جانا اور نہ

ہی (نیکی کا) حکم کرنے کے لئے ان سے میل جول رکھنا''۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (م۱۸۱ھ)

ابونعیمؒ روایت کرتے ہیں کہ ابوصالح انطا کیؒ نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''من بخل بالعلم ابتلي بثلاث: إما بموت فيذهب علمه، وإما ينسى، وإما يلزم السلطان فيذهب علمه''.

''جو علم کے معاملے میں بخل کرتا ہے، اسے تین میں سے کسی ایک مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے؛ یا تو اسے موت (آلیتی ہے) جس سے اس کا علم (اس کے ساتھ ہی دنیا سے) رخصت ہو جاتا ہے، یا وہ (حاصل شدہ علم) بھول جاتا ہے، اور یا وہ حکمرانوں سے میل ملاپ رکھتا ہے اور اس طرح اس کا علم جاتا رہتا ہے''۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ (م۱۸۷ھ)

ابن باکویہؒ نے حضرت فضیل بن عیاضؒ سے روایت کیا کہ آپؒ نے فرمایا:

''لو أن أهل العلم أكرموا على أنفسهم وشحوا على دينهم، وأعزوا العلم وصانوه، وأنزلوه حيث أنزله الله، لخضعت لهم رقاب الجبابرة وانقاد لهم الناس، واشتغلوا بما يعنيهم، وعز الإسلام وأهله، لكنهم استذلوا أنفسهم ولم يبالوا بما نقص من دينهم إذا سلمت لهم دنياهم، وبذلوا علمهم لأبناء الدنيا ليصيبوا ما في أيديهم، فذلوا وهانوا على الناس''.

''اگر اہلِ علم اپنی عزت برقرار رکھتے، اپنے دین کی حفاظت پر حریص ہوتے، علم کو عزت بخشتے، اس کی حفاظت کرتے، اور اسے وہی مقام دیتے جو اللہ نے دیا ہے تو ضرور جابروں کی گردنیں ان کے زیرِ دست ہو جاتیں، لوگ ان کی پیروی کرنے لگتے اور اپنے کام سے کام رکھتے، اور اسلام و اہلِ اسلام باعزت رہتے۔ لیکن انہوں نے خود کو ذلیل کیا اور اپنی دنیا بچانے کی خاطر اپنے دین میں کمی کی پرواہ نہ کی۔ انہوں نے اپنا علم دنیاداروں کو خوش کرنے میں لگایا تاکہ اُن کے ہاتھ میں جو (مال ودولت) ہے، وہ حاصل کر سکیں۔ اس طرح وہ ذلیل ہوئے اور لوگوں کی نظروں میں گر گئے''۔

بیہقیؒ نے فضیل بن عیاضؒ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ:

''إن آفة القراء العجب، واحذروا أبواب الملوك فإنها تزيل النعم''.

''علماء پر آنے والی سب سے بڑی آفت خود پسندی ہے۔ اور بادشاہوں کے دروازوں (پر جانے)

سے بچو کیونکہ ایسا کرنے سے نعمتیں چھن جاتی ہیں''۔

پوچھا گیا: ''وہ کیسے؟'' فرمایا:

''الرجل یکون علیه من الله نعمة لیست له إلی خلق حاجة فإذا دخل إلی هؤلاء فرأی ما بسط لهم في الدور والخدم، إستصغر ما هو فیه من خیر ثم تزول النعم''.

''ایک شخص اللہ کی نعمتوں میں گھرا ہوتا ہے اور اسے مخلوق کی کوئی حاجت نہیں ہوتی، مگر جب وہ بادشاہوں کے یہاں جاتا ہے اور ان کے گھروں کی آرائشوں اور ان کے ملازموں کو دیکھتا ہے تو اپنی حالت کو کمتر گرداننے لگتا ہے۔ نتیجتاً اس کو عطا کردہ نعمتیں بھی اس سے چھین لی جاتی ہیں''۔

حضرت ابوعبید قاسم بن سلامؒ (م۲۲۴ھ)

آمدیؒ ابوالعباسؒ سے یہ واقعہ روایت کرتے ہیں کہ:

طاہر بن عبداللہ بن طاہر (والیٔ خراسان کا بیٹا) خراسان سے حج کرنے آیا جبکہ اس کے والد ابھی زندہ تھے۔ وہ آ کر اسحٰق بن ابراہیم کے گھر ٹھہرا۔ سو اسحٰق نے علماء کو بلا بھیجا اور جمع ہونے کو کہا تا کہ طاہر انہیں دیکھ سکے اور ان سے پڑھ سکے۔ چنانچہ صاحبانِ حدیث وفقہ حاضر ہوئے، ابنِ اعرابیؒ اور اصمعیؒ کے دوست ابونصرؒ بھی آ گئے۔ ابوعبید قاسم بن سلامؒ کو بھی بلایا گیا مگر انھوں نے آنے سے انکار کیا، اور کہا:

''العلم یُقصد''.

''علم کی طرف خود جایا جاتا ہے''۔

اسحٰق کو ان کی اس بات پر تیش آ گیا۔ اور (والیٔ خراسان) عبداللہ بن طاہر نے ابوعبیدؒ کے لیے ماہانہ دو ہزار درہم کا جو وظیفہ مقرر کیا تھا، وہ اسحٰق نے روک دیا، ان کا رزق بند کر دیا اور ساتھ ہی (والی) عبداللہ کو پورا ماجرا لکھ بھیجا۔ جواب میں عبداللہ بن طاہر نے لکھا: ''ابوعبید نے سچ کہا ہے۔ اس کے اِس کردار کی بدولت میں اس کا وظیفہ دگنا کرتا ہوں''۔ اس پر اسحٰق نے ان کا حصہ انھیں دے دیا اور جو ان کا حق بنتا تھا، وہ انھیں واپس کر دیا۔

حضرت بِشر بن حارث الحافیؒ (م۲۲۷ھ)

عبدالواحدؒ بن بکر نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ:

حضرت بشر بن حارثؒ کے یہاں ایک شخص آیا اور آپ سے کہنے لگا: ''اے میرے آقا! حاکم صلحاء کو طلب کرتے ہیں، کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ (جب مجھے بلایا جائے تو) میں چھپ جاؤں؟ بشرؒ نے (تنبیہاً) کہا:

''جز من بين يدي، لا يجوز حمار الشوک فيطرحک علينا''.

''میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ زور آور گدھا تمہارے پاس سے گزرے تو وہ تمہیں مجھ پر گرا ڈالے''۔

ابن نجارؒ نے اپنی تاریخ میں مفلح بن اسودؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

خلیفہ مامون نے (اپنے قاضی اور وزیر) یحییٰ بن اکثم سے کہا: ''مجھے بشر بن حارث سے ملنے کی خواہش ہے''۔ اس نے کہا: ''اے امیر المؤمنین! اگر آپ کی یہ خواہش ہے تو ہم رات تک بشر کے پاس پہنچ جائیں گے۔ پھر وہ دونوں اسی وقت سوار ہوئے۔ یحییٰ نے پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ بشرؒ نے پوچھا: ''کون ہے؟'' اس نے کہا: ''وہ کہ جس کی اطاعت تم پر واجب ہے''۔ بشرؒ نے فرمایا: ''تم کیا چاہتے ہو؟'' مامون نے کہا: ''میں آپ سے ملاقات کا خواہشمند ہوں''۔ بشر نے کہا: ''برضا ورغبت یا باکراہ وجبر''۔ یہ سنتے ہی مامون سمجھ گیا (کہ بشر الحافیؒ ملاقات کے لئے راضی نہ ہوں گے) چنانچہ یحییٰ سے کہنے لگا: ''سوار ہو جاؤ اور کسی ایسے شخص کے پاس چلو جو ہمیں عشاء کی نماز پڑھائے''۔ پس وہ ایک جگہ پہنچ کر نماز ادا کرنے داخل ہوئے تو انہیں امام کی قرأت پسند آئی۔ اگلی صبح مامون نے اس امام کو بلا بھیجا۔ وہ شخص آیا تو اس کے ساتھ مامون فقہ میں بحث مباحثہ کرنے لگا جبکہ وہ شخص اس کی مخالفت کرتا رہا اور کہتا رہا: ''اس مسئلے میں تو حکم اس کے برخلاف ہے''۔ اس پر مامون کو غصہ آ گیا۔ جب ان کے درمیان اختلافات بڑھ گئے تو مامون نے کہا: ''مجھے لگتا ہے کہ تو اپنے ساتھیوں کے پاس جائے گا اور ان سے کہے گا کہ میں نے امیر المؤمنین کو غلط کر دکھایا''۔ اس نے کہا:

''والله يا أمير المؤمنين! إني لأستحي من أصحابي أن يعلموا أني جئتک''.

''اے امیر المؤمنین! مجھے تو اپنے ساتھیوں سے شرم آئے گی اگر ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ میں آپ کے یہاں آیا تھا''۔

مامون نے کہا: ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں کہ جس نے میری رعیت میں ایسے لوگ بھی پیدا کئے جو میرے یہاں آنے سے شرماتے ہیں''۔ اور پھر مامون اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ یہ شخص (محدث اور حافظ) ابراہیم بن اسحٰق حربیؒ (م ۲۵۸ھ) تھے۔

بیہقیؒ نے شعب الإيمان میں لکھا ہے کہ بشر الحافیؒ نے فرمایا:

''ما أقبح أن يطلب العالم، فيقال: هو بباب الأمير''.

''کتنی قبیح بات ہے کہ جب کسی عالم کے بارے میں پوچھا جائے تو جواب یہ ملے کہ وہ حکمران کے در پر ہے''۔

احمدؒ بن ابوالحواری (م ۲۴۶ھ)

عبداللہ بن محمدؒ نے ابن حسانؒ سے روایت کیا ہے کہ:

احمدؒ بن ابوالحواری نے خلیفہ ابوسلیمان سے کہا: ''تو علماء کی مخالفت کرتا ہے؟'' اس پر وہ غضبناک ہوگیا اور کہنے لگا:

''أرأيت عالمًا يأتي باب السلطان فيأخذ دراهمهم؟''

''تو نے کسی ایسے عالم کو دیکھا ہے جو حکمرانوں کے در پر آتا ہو اور ان سے درہم و دینار لیتا ہو؟''

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (م ۲۵۶ھ)

غنجارؒ اپنی تاریخ میں ابن منیرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:

شہرِ بخارا کے فرمانروا نے امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کے یہاں پیغام بھیجا کہ ''آپ اپنی کتاب **الجامع** (یعنی صحیح بخاری) اور **التاریخ** میرے پاس لائیے تاکہ میں آپ سے سن سکوں۔ امام بخاریؒ نے اس کے قاصد کو کہا:

''قل له: أنا لا أذل العلم، ولا آتي أبواب السلاطين فإن كانت لک حاجة إلى شيء منه، فلتحضرني في مسجدي أو في داري''.

''ان سے کہنا کہ میں علم کی تذلیل نہیں کرتا، اور نہ ہی حکمرانوں کے دروازوں پر جاتا ہوں۔ اگر آپ کو ان میں سے کسی چیز کی ضرورت درپیش ہے تو میری مسجد یا میرے گھر خود حاضر ہو جائیں''۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

فتنۂ ملتِ بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

(علامہ محمد اقبالؒ)

قال أهل الثغور

قائدینِ جہاد کے اقوال

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللّٰہ فرماتے ہیں……

مجاہدین انتہا پسند ہیں؟

''روس اور امریکہ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم انتہا پسند ہیں، حالانکہ ہم تو امتِ وسط ہیں اور اسلام ہمیں اعتدال کا درس دیتا ہے۔ اسلام تو کسی افراط وتفریط کا قائل نہیں۔ البتہ اعتدال کیا ہے، اس کا تعین وہی شخص کرے گا جو دینِ اسلام کے احکامات کا علم رکھتا ہو۔ یہ کفار کون ہوتے ہیں ہمیں اعتدال کے معنی بتانے والے؟''

امیرِ جہاد شیخ اسامہ بن محمد بن لادن حفظہ اللّٰہ فرماتے ہیں……

خوش قسمت ہے وہ، جو پرچمِ توحید تلے ثابت قدم ہے

''آج ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے اسلامی دنیا کا وہ (۱۴۰۰ سال پرانا، تین براعظموں پر محیط) نقشہ پھر سے زندہ کرنے چلے ہیں، یہاں تک کہ تمام عالمِ اسلام اللہ تعالیٰ کے اذن سے خلافت کے جھنڈے تلے ایک ملک بن جائے۔ آج ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل سے اہلِ ایمان کی تاریخ کا ایک نہایت پاکیزہ روشن باب رقم کر رہے ہیں؛ اور وہ بھی ایک ایسے دور میں جب ظلم و جور اور کفر وفساد نے ہر سو پھیل کر شرق وغرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ پس خوش قسمت تو آج وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پرچمِ توحید تلے ثابت قدمی عطا فرما دیں''۔

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللّٰہ فرماتے ہیں……

اے اسلام کے شیرو!

''میں دنیا بھر میں بسنے والے مسلمانوں کو خبردار کرنا چاہوں گا کہ یہ اوباما آپ سے جھوٹ کہتا ہے کہ میں دنیا کا نجات دہندہ بن کر آیا ہوں اور میں جلد ہی امریکہ کی خارجہ حکمتِ عملی بدل دوں گا۔ آخر یہی بدبخت ہی تو آپ کے فلسطینی بھائیوں اور بہنوں کے بہیمانہ قتلِ عام کا ذمہ دار ہے۔ پس دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمانو! (اس دھوکے وفریب میں مت آؤ اور) کتاب اللہ کی

صدا پر لبیک کہتے ہوئے فرضِ عین جہاد ادا کرنے اٹھ کھڑے ہو۔ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:)
''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جبکہ وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلا رہے ہیں جو تمہیں زندگی بخشتی ہے، اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہیں اور اللہ ہی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔ اور ڈرو اس فتنے سے جو تم میں سے صرف انہی لوگوں کو لپیٹ میں نہیں لے گا جنہوں نے ظلم کیا (بلکہ سب ہی اس کی زد میں آسکتے ہیں)، اور جان لو کہ بے شک اللہ سخت سزا دینے والے ہیں''۔ (الأنفال: ۲۴، ۲۵)

پس الجزائر، سرزمینِ رباط شام، بقعۂ ایمان وحکمت یمن، ارضِ ہجرت و جہاد صومالیہ، امارتِ اسلامیہ عراق، سرزمینِ غیرت وحمیت خراسان اور پیکرِ استقامت شیشان میں بسنے والے اسلام کے شیرو! صلیبی وصہیونی اتحاد پر ٹوٹ پڑو اور ان کے مفادات جہاں نظر آئیں، ان پر کاری ضرب لگاؤ''۔

امیر تنظیم القاعدہ (سرزمینِ خراسان) شیخ سعید حفظہ اللہ فرماتے ہیں

اے بھارتی حکومت!

''میں بھارتی حکومت کو چند لفظوں پر مشتمل یہ مختصر سا پیغام دینا چاہوں گا کہ جان رکھو! مجاہدین تمہیں پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں اور ان کی سرزمین پر چڑھائی ہرگز نہ کرنے دیں گے۔ اور اگر تم نے یہ غلطی کر ہی لی تو، اللہ کے حکم سے، تمہیں اس کی بہت بھاری قیمت چکانا پڑے گی اور بالآخر ندامت ہی تمہارا مقدر بنے گی۔ ایسی صورت میں ہم تمام امتِ مسلمہ کے مجاہدین اور فدائیوں کو تمہارے مقابل لا کھڑا کریں گے اور ہر جگہ تمہارے اقتصادی مراکز کو نشانہ بنائیں گے یہاں تک کہ تمہارا سارا نظام زمین بوس ہو جائے اور تم مفلس ہو کر رہ جاؤ، جیسا کہ آج امریکہ ہو چکا ہے۔ ان شاء اللہ ہمارے ہاتھوں تمہیں کرب واذیت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

الحمد للہ امتِ مسلمہ کی کوکھ ابھی شہدائے بمبئی جیسے شہسواروں سے خالی نہیں ہوئی جنہوں نے تمہیں تمہارے اپنے گھر میں گھس کر ذلیل کیا، بلکہ یہ امت ان جیسے ہزاروں مزید سرفروشوں کا نذرانہ پیش کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ یہ بھی خوب سمجھ لو کہ اگر تمہیں اپنی عددی قوت کا غرہ ہے تو ہم تو کبھی بھی اپنی تعداد پر بھروسہ کر کے نہیں لڑے۔ اور اگر تمہیں اپنی عسکری قوت پر ناز ہے تو بھی جان رکھو کہ تمہاری قوت سوویت اتحاد سے بڑھ کر نہیں جو افغانستان کے پہاڑوں سے ٹکرا

کر پاش پاش ہوا؛ نہ ہی تمہاری قوت امریکہ سے زیادہ ہے جس کی ناک کو ہم نے، اللہ تعالیٰ کی قوت اور مدد سے، افغانستان، عراق اور صومالیہ میں خاک آلود کر دکھایا ہے۔ ہم تو محض اپنے رب تعالیٰ، واحد و یکتا کی قوت پر بھروسہ رکھتے ہیں جس نے نہ کسی کو جنا اور نہ ہی وہ کسی سے جنا گیا۔ وہ رب جس نے اپنی کتابِ محکم میں یہ ارشاد فرمایا کہ:

''کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ایسی ہیں جو اللہ کے اذن سے بڑی بڑی جماعتوں پر غالب آ گئیں اور بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔(البقرۃ: ۲۴۹)

پاکستان کی جہادی تنظیموں کے نام!

''پاکستان میں ایسی بہت سی جہادی اور غیر جہادی جماعتیں موجود ہیں جنہوں نے آج تک پاکستان کے طاغوتی حکومت کی چھتری تلے رہنا گوارا کیا ہے۔ ان میں سے بعض نہ صرف ظلم و کفر پر مبنی اس نظام کے خلاف کھڑے نہیں ہوئیں، بلکہ اسے ایک شرعی حکومت قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کیا، تاکہ ان پر دہشت گردی میں ملوث ہونے یا طالبان والقاعدہ کی مدد کرنے کا الزام نہ لگ جائے۔

میں ان تنظیموں سے پوچھنا چاہوں گا کہ مداہنت کی یہ راہ اختیار کرنے سے انہیں کیا حاصل ہوا؟ کیا آج یہی کٹھ پتلی حکومت اپنے امریکی آقاؤں کے حکم پر ان کے اثاثے منجمد کرنے اور انہیں گرفتار کرنے میں مصروف نہیں؟ کیا اس موقع پر اللہ کا یہ فرمان سو فیصد صادق نہیں آتا:

''یہ یہود و نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے، یہاں تک کہ تم ان کی ملت کی پیروی نہ کرنے لگو''۔(البقرۃ: ۱۲۰)

بھلا جو جہاد کشمیر میں فرضِ عین ہے وہ افغانستان اور پاکستان میں فرضِ عین نہیں؟ آخر ہم آج تک اپنے ضعیف مسلمان بھائیوں کی نصرت سے پیچھے کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟''

امیر امارتِ اسلامیہ عراق ابو عمر البغدادی حفظہ اللہ فرماتے ہیں......

یہود کو ان کے انجام تک پہنچا دو!

''اے نوجوانانِ اسلام! بچوں کے دریدہ بدن، بیواؤں کی سسکیاں اور بوڑھوں کی آہیں اپنی نگاہوں کے سامنے رکھو اور غضب کے آتش فشاں بن کر پھٹ پڑو۔ یہود اور ان کے حلفاء کے پیروں تلے زمین کھینچ لو، ان کی فوجوں کو تہس نہس کر دو، ان کے ہتھیار تباہ کر دو، ان کے جہازوں کو

گرا ڈالو، ہر جگہ گھات لگا کر ان کی تاک میں بیٹھو، انھیں ان کے گھروں اور وادیوں میں جالو، ان کی راتوں پر حاوی ہو جاؤ اور ان کی صبحیں آگ سے بھر دو''۔

انڈونیشیا (بالی) میں آسٹریلوی سیّاحوں پر حملہ کرنے والے مجاہد ابو اسامہ علی غفران (نور ہاشم) رحمہ اللّٰہ نے فرمایا......

باہمی اتحاد و اخوت کا اہتمام کرو!

''اے مجاہدینِ اسلام! میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور کفار و مشرکین کے خلاف جہاد میں ثابت قدم رہو، بالخصوص ظالم و جابر امریکہ، اس کے حلفاء و انصار اور منافقین و مرتدین کے خلاف ڈٹ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ کے لئے ہو جائے......'' (الأنفال: ۳۹)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور تمام مشرکین سے لڑو جیسے وہ تم سب سے لڑتے ہیں، اور جان لو کہ بے شک اللہ متقیوں کے ساتھ ہے''۔ (التوبة: ۳۶)

مجاہدین کے طائفہء منصورہ کو میری آخری وصیت یہ ہے کہ آپ آپس میں اتحاد و اخوت کا اہتمام کریں اور اپنی صفوں کو ایک کریں۔ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں، گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں''۔ (الصف: ۴)

مصاحبہ

استاد المجاہدین؛ استاد یاسر کے ساتھ

ادارۂ حطین کی گفتگو

(عربی سے ترجمہ شدہ)

استاد یاسر ۱۳۷۳ھ (۱۹۵۳ء) میں کابل میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جامعہ کابل سے علومِ سیاسی کی سند حاصل کی۔ پھر آپ ۱۳۹۴ھ میں پاکستان ہجرت کر گئے۔ وہاں سے مدینہ منورہ گئے اور جامعہ اسلامیہ سے تعلیم حاصل کی۔ اسی دوران افغانستان میں روس کے خلاف جہاد کا آغاز ہو گیا، لہٰذا آپ فریضۂ جہاد کی ادائیگی کے لئے واپس افغانستان آ گئے۔ جہادِ افغانستان کے دوران آپ 'اتحادِ اسلامی' کے تحت سیاسی امور کے نگران رہے۔ روسی انخلاء کے بعد آپ مجاہدین کی تشکیل کردہ افغان حکومت میں یکے بعد دیگرے اطلاعات اور تعمیر کے وزیر رہے۔ تاہم خانہ جنگی ہونے پر آپ نے وزارت چھوڑ دی اور پاکستان آ کر 'جامعۂ دعوت و جہاد' کے شعبۂ اصولِ دین میں پڑھانے لگے۔ پھر جب طالبان کی تحریک شروع ہوئی تو آپ نے اس کی تائید و نصرت کی۔ ۱۱ ستمبر کے مبارک حملوں کے بعد آپ کو امارتِ اسلامیہ کے تحت تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ اس دوران آپ پاکستان آئے ہوئے تھے کہ آپ کو پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں نے گرفتار کر کے کرزئی حکومت کے حوالے کر دیا۔ پھر ۱۴۲۸ھ میں طالبان نے ایک اطالوی صحافی کے بدلے آپ کو رہا کروایا اور آپ دوبارہ امریکہ و نیٹو کے خلاف جہاد میں سرگرم ہو گئے۔ حال ہی میں آپ کو پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں نے دوبارہ گرفتار کر لیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو جلد رہائی عطا فرمائیں اور آپ دوبارہ مجاہدین کی رہنمائی کے فرائض سرانجام دیں۔ ادارۂ حطین نے آپ کے ساتھ درج ذیل گفتگو آپ کی گرفتاری سے چند ماہ قبل کی تھی۔ (مدیر)

حطین: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

استاد یاسر: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حطین: محترم استاد صاحب! مختصراً بتائیے گا کہ افغانستان کے موجودہ حالات کیسے ہیں؟

استاد یاسر: **الحمدللہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، وبعد:** امریکہ سے پہلے بھی کئی عالمی طاقتیں افغانستان میں داخل ہوئیں اور شکست سے دوچار ہو کر یہاں سے نکلیں۔ اور آج الحمدللہ، امریکہ و نیٹو کی شکست و ہزیمت کے آثار بھی واضح ہو چکے ہیں۔ جنوبی افغانستان میں تو وہ اب صرف اپنے مراکز تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں اور طالبان کو بالفعل وہاں قوت و

تمکین حاصل ہے۔ طالبان کی فتح کا اندازہ اس امر سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ اب جنوبی علاقوں میں اپنی گرفت مستحکم کرنے کے بعد وہ شمالی علاقہ جات اور دار الحکومت کابل میں بھی مسلسل کارروائیاں کر رہے ہیں۔

حطین: افغانستان کے عام مسلمان مجاہدین کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟ آیا ان کا سوادِ اعظم مجاہدین کی تائید و نصرت کرتا ہے یا مجاہدین اب بھی ان کے درمیان اجنبی ہیں؟

استاد یاسر: آغاز میں عام مسلمانوں پر امریکہ کا رعب تھا اور وہ اس کی طاقت سے خائف تھے، تاہم بعد میں جب انھوں نے ان صلیبیوں کی بزدلی اور مجاہدین کی استقامت دیکھی تو آہستہ آہستہ مجاہدین کی مدد و نصرت کرنے لگے۔ الحمد للہ، عامۃ المسلمین کا بڑا حصہ آج ہمارے ساتھ ہے حتیٰ کہ جنوبی افغانستان میں تو طالبان کی تحریک اب ایک عوامی تحریک بن چکی ہے۔

حطین: کیا امیر المؤمنین ملا محمد عمر حفظہ اللہ نے تمام مسلمانوں سے نفیر (یعنی جہاد کے لئے نکلنے) کا مطالبہ کیا ہے؟

استاد یاسر: سبحان اللہ! آپ نے مجھ سے عجیب سوال کیا ہے؟ قرآن تو کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں جو ہمیں جہاد کے لئے بلاتے ہیں (نفیر کرتے ہیں)۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا......﴾ (التوبۃ: ۴۱)

''نکلو! خواہ ہلکے ہو یا بوجھل......''

یہ امیر المؤمنین نے تو نہیں کہا کہ ''إنفروا خفافًا وثقالًا''۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نفیر ہے، امیر المؤمنین کی نفیر تو نہیں ہے۔ اگر مشرق و مغرب میں ایک مسلمان عورت بھی کفار کی قید میں چلی جائے تو امیر المؤمنین بلائیں یا نہ بلائیں، جہاد امتِ مسلمہ پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ پس نفیر کے انتظار میں بیٹھنے والے آج کس بات کے منتظر ہیں!

حطین: پچھلے کچھ عرصے میں طالبان کے بعض قائدین شہید ہوئے ہیں مثلاً ملا اختر عثمانیؒ، ملا داد اللہؒ جبکہ بعض دوسرے گرفتار ہوئے ہیں مثلاً ملا منصور داد اللہ وغیرہ۔ آپ کیا دیکھتے ہیں کہ افغانستان کی تحریکِ جہاد پر ان واقعات کے کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں؟

استاد یاسر: دیکھیں! اثر تو یقیناً پڑتا ہے۔ تاہم جو شہید ہو گئے تو یہ ان کی خوش قسمتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی شہادت سے محروم نہ رکھے۔ حقیقت یہ ہے کہ روس کے خلاف جہاد میں جو قائدین شہید ہو گئے، وہ کامیاب ہو گئے اور جو باقی رہ گئے تو ان میں سے بعض کو امریکہ نے فتنے میں ڈال دیا۔ کاش! سیاف 'حاجی' کی جنگ میں ہی شہید ہو گیا ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ یقیناً میدانِ جہاد کا بطلِ عظیم ہوتا، لیکن وہ زندہ رہا اور

اب امریکہ کی جھولی میں ہے۔ میرے بھائیو! جہاد کا اساسی ہدف تو جنت کا حصول ہے۔

﴿فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَآ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ﴾ (آل عمران: ۱۸۵)

''جسے آگ سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ یقیناً کامیاب ہو گیا، اور دنیا کی زندگی تو بس دھوکے کا سامان ہے''۔

ہم میں سے جو شہید ہو گئے وہ تو ان شاء اللہ جنتیوں میں سے ہیں، جبکہ باقی رہنے والے کسی بھی وقت فتنے کا شکار ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اپنے لئے اقتدار و حکومت نہ مانگو۔ میں ان تمام مراحل سے گذر چکا ہوں؛ پہلے جامعات میں تعلیم کا مرحلہ، پھر ہجرت کا مرحلہ، خندقوں میں جہاد کا مرحلہ، وزارت کا مرحلہ، فتح کا مرحلہ، عالمی اور ایوانی سیاست میں داخلے کا مرحلہ، پھر فتح کے بعد سقوط کا مرحلہ، دوبارہ جہاد کا مرحلہ اور قید و بند کا مرحلہ۔ یقین کرو! یہ زندگی آزمائش کی زندگی ہے۔ حکومت کا ملنا اور پھر اسے ٹھیک ٹھیک چلانا بہت مشکل کام اور بڑی آزمائش ہے۔ جہاد کی خندقوں میں بیٹھ کر شریعت کی پابندی کرنا تو بہت آسان ہے لیکن کرسئ حکومت پر بیٹھ کر شریعت کی پابندی کرنا بہت مشکل ہے، لہٰذا اس مرحلے کے حصول کے لئے عجلت نہ کرو۔ فقط ایک چیز کی طلب میں جلدی کرو......اور وہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخلہ ہے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم میں سے جو باقی رہ گئے ہیں، اللہ انھیں جلد شہادت عطا فرمائیں۔ ہم اس چیز کے مکلّف نہیں ہیں کہ ہماری زندگی میں ہی دین غالب ہو جائے بلکہ فقط یہی ہمارے ذمے ہے کہ ہم ایمان پر قائم رہتے ہوئے اس کی کوشش کریں اور راہِ حق سے نہ بھٹکیں، ورنہ اللہ تعالیٰ انھیں لے آئیں گے جو دینِ اسلام کے لئے سب سے بہتر ہوں گے۔

﴿وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا يَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَيۡرَكُمۡ ثُمَّ لَا يَكُوۡنُوۡا اَمۡثَالَكُمۡ﴾ (محمد: ۳۸)

''اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا، اور وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے''۔

اللہ تعالیٰ نے اصحابِ رسولؐ سے فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ يَّرۡتَدَّ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِهٖ فَسَوۡفَ يَاۡتِى اللّٰهُ بِقَوۡمٍ يُّحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَهٗۤ﴾ (المآئدہ: ۵۴)

''اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ جلد ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے''۔

امت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرامؓ خیر القرون کے سب سے بہترین لوگ تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ

فرمایا ہے تو ہماری آخر حیثیت ہی کیا ہے؟ لہٰذا یہ گمان نہ کرو کہ اسلام اور اس کی سعادت تمہاری کوششوں اور جہد سے وابستہ ہے، قطعاً نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے دین کی نصرت ایک مکڑی سے بھی کروا لیتے ہیں؛ جیسا کہ غارِ ثور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ پیش آیا۔ وہ تو ان لشکروں کے ذریعے بھی اپنے دین کی مدد کر سکتے ہیں جنہیں ہم دیکھ نہیں سکتے۔

﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ (الفتح: ۴)

''اور آسمانوں اور زمین کے (سب) لشکر اللہ ہی کے ہیں۔ اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے''۔

پس ہم پر یہی لازم ہے کہ ہم دینِ اسلام کے لئے اپنے تن من دھن کی بازی لگا دیں، اسلام کی خاطر قتل کر دیئے جائیں، اور اس دین اور اللہ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو جائیں۔ یہ زندگی آزمائش ہے، جو اس آزمائش سے کامیابی سے نکل گیا اور جنت میں داخل ہو گیا، وہ خوش قسمت ہے اور جو اس سے محروم کر دیا گیا وہ ہر خیر سے محروم ہے۔

حطین: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ طالبان کو پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں نے کھڑا کیا تھا اور آج بھی افغانستان میں یہ ان کی پشت پناہی کر رہی ہیں، اور یہ لوگ اس یقین سے یہ بات کرتے ہیں کہ جیسے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟ نیز ان خفیہ ایجنسیوں کے کردار پر بھی ذرا روشنی ڈالئے۔

استاد یاسر: روسی اتحاد کے خلاف جہادِ افغانستان کے دوران پاکستان کی خفیہ ایجنسیاں ہر جہادی گروہ کے پاس جاتی تھیں اور ان سے تعلقات قائم کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُس وقت بہت سے گروہ ان کے اثر سے نہ بچ پائے۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ایجنسیوں نے ہی ان گروہوں کو قائم کیا تھا، بلکہ یہ تو اس لئے ان سے تعلق قائم کرتی تھیں تا کہ اپنے مفادات کے تحت ان میں داخل ہو کر انہیں خراب کر سکیں اور ان کی قیادتوں تک پہنچ سکیں۔ پھر اگر کوئی قیادت ان کے موافق نہ چلتی تو یہ اسے قتل کروا دیتے اور اپنی مرضی کی متبادل قیادت لے آتے۔ یہ خفیہ ایجنسیاں اس بات کی کوشش کرتی تھیں کہ ہر گروہ کو گھیریں، اس کے لوگوں کو خریدیں اور اس کی عمارت کو ڈھا دیں۔

دراصل ایسے لوگوں کا کردار کوئی نیا نہیں ہے بلکہ ہر دور میں ایسے لوگ موجود رہے ہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار و مہاجرین صحابہؓ کے درمیان بھی عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی موجود تھے، اور یہ سلسلہ آئندہ بھی چلتا رہے گا۔ تاہم ہر جہادی تحریک پر لازم ہے کہ وہ ان سے ہوشیار رہے اور سمجھ لے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ رکھنا ہے۔

اس ضمن میں سب سے واضح مثال آپ کے سامنے تحریکِ طالبان کی صورت میں موجود ہے۔ طالبان جان گئے تھے کہ ان ایجنسیوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا ہے۔ پس جب ان ایجنسیوں نے یہ دیکھا کہ طالبان ان سے بری ہیں اور ان کی قیود کے قطعاً پابند نہیں ہیں تو انہوں نے امریکہ و نیٹو کی مدد کی تا کہ وہ طالبان پر حملہ کر سکیں۔

پس انسانوں کو پرکھنے کا پیمانہ بالکل واضح ہے۔ اگر آپ دیکھیں کہ ایک گروہ نے راہِ جہاد میں شدید آزمائشیں جھیلی ہیں، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی ہیں اور شہدا و زخمی پیش کئے ہیں، اور پھر بھی وہ لوگ کفار کے مقابلے میں کھڑے ہیں تو جان لیں کہ وہ حق پر ہیں۔

حطین: گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کو مجاہدین نے امریکہ کو اس کی اپنی سرزمین پر نشانہ بنایا اور اس کے عسکری و تجارتی مراکز پر حملہ کیا، اس واقعے کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟

استاد یاسر: پہلے میں یہ عرض کرتا چلوں کہ اسلام ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم کسی معاملے میں اپنی مرضی سے یا اپنی خواہش کے مطابق کوئی 'رائے' قائم کریں، اور ۱۱ ستمبر کے واقعے کے متعلق بھی کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسلام کے بجائے اپنی خواہشات کے تحت کوئی بات کرے۔

(پھر انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا) ویسے پہلی بات یہ ہے کہ ۱۱ ستمبر کے مبارک حملوں کے متعلق مجھ سے مشورہ تو نہیں لیا گیا تھا اور نہ ہی اس میں میرا کوئی عمل دخل ہے۔ دیکھئے! کلنٹن کے دور میں امریکہ نے افغانستان میں شیخ اسامہ بن لادن کے مرکز کو نشانہ بنایا تھا، جس میں ۴۹ مجاہدین شہید ہوئے تھے۔ پھر نواز شریف کے دور میں پاکستان کی سمندری حدود سے ان پر میزائل داغے گئے تھے۔ اسی طرح اس سے قبل سوڈان میں ان کے گھر کو نشانہ بنایا گیا تھا۔ یہ سب ۱۱ ستمبر سے پہلے کی بات ہے۔ تو اب کیا کسی کو حق ہے کہ وہ یہ کہے کہ امریکہ پر حملے کی کیا دلیل ہے؟ تم ایک شخص کو میزائیلوں سے نشانہ بناؤ، اسے جلاوطن کرو اور قتل کرو، اور پھر اس سے کہو کہ مجھے نہ مارنا؟ میں تمہیں قتل کروں، ماروں، میزائیلوں سے نشانہ بناؤں؛ یہ میرے لئے کوئی جرم نہیں بلکہ مباح ہے۔ لیکن اگر تم نے مجھے مارا تو یہ جرم ہوگا؟ بھلا یہ کیسی منطق ہے؟

ہم نے تو شریعت سے یہی سمجھا ہے کہ جو ہم سے لڑے گا ہم اس سے لڑیں گے، جو ہم پر میزائیل داغے گا اور ہمیں قتل کرے گا ہم اسے قتل کریں گے، جو ہمارا خون بہائے گا ہم اس کا خون بہائیں گے، جو ہماری عورتوں کو رلائے گا اور ہمارے بچوں کو یتیم کرے گا ان شاء اللہ ہم اس کی عورتوں کو بیوہ اور اولادوں کو یتیم کریں گے۔

حطین: فلسطین، شیشان، کشمیر، الجزائر، اور عراق کے محاذوں پر لڑنے والے مجاہدین کے حوالے سے

امارتِ اسلامیہ افغانستان کا مؤقف کیا ہے؟

استاد یاسر: جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا، اسلام کسی کو اختیار نہیں دیتا کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی خاص مؤقف اختیار کرے؛ جو چیز اسے پسند ہو اس کی تائید کرے اور جو ناپسند ہو اس کی تائید نہ کرے۔ اسلام نے زندگی کے ہر پہلو کے لئے احکام وقوانین دیئے ہیں۔ لہٰذا اس حوالے سے قرآن کا حکم واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے طالبان یا غیر طالبان کسی کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ اس امر میں تفریق کریں کہ وہ طالبان کی تو تائید کریں اور عراق کے مجاہدین کی مدد نہ کریں۔ بے شک عراق کے مجاہدین کی مدد کرنا اور ان کے دفاع میں دشمن سے لڑنا، ہر مسلمان مرد وزن پر فرض ہے، اور یہی معاملہ ہر دوسری جگہ کا ہے۔ چاہے طالبان کو یہ پسند ہو یا نہ ہو، بہر کیف یہ اسلام کا عائد کردہ فریضہ ہے۔

ہم تو ایک امت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ''مسلمین'' کے نام سے پکارا ہے۔ ہمارا دشمن ایک ہے، ہماری جنگ ایک ہے، ہماری صلح ایک ہے، ہمارا خون ایک ہے اور ہمارا امام ایک ہے۔ مشرق یا مغرب میں قید محض ایک مسلمان عورت کے لئے جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ یہ تو دشمن کی سازش ہے کہ اس نے ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے حتیٰ کے ہمارے فکر وعقیدہ کو بھی منتشر کر دیا ہے۔ کل میں مجاہدین کی ایک مجلس میں موجود تھا جنھیں سامانِ رسد کی ترسیل کے لئے خچر خریدنا تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا: ''پنجابی خچر نہ خریدنا بلکہ پٹھان خچر خریدنا کیونکہ وہ افغانستان کے پہاڑوں پر چلنے کے قابل نہیں ہوگا''۔ گو اس کا ارادہ برا نہ تھا لیکن میں نے اس سے کہا: ''تم نے حیوانات کے معاملے میں بھی عصبیت کو داخل کر دیا ہے؟''

آج مسلمان 'وطن'، 'قوم'، 'حدود' اور 'آزادی' جیسی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔ ان اصطلاحات کا شریعت کی روشنی میں محاکمہ کرنا ضروری ہے۔ ایک مرتبہ صحابۂ کرامؓ مجلس میں بیٹھے تھے تو ہر ایک بتانے لگا کہ میں فلاں قبیلے سے ہوں اور میں فلاں قبیلے سے۔ (یہ سن کر) حضرت سلمانؓ فارسی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ان سب کے تو خاندان اور قبائل ہیں، میں کس قبیلے سے ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سلمان ہم میں سے، اہلِ بیت میں سے ہیں''۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے انصار ومہاجرین کے درمیان آپؓ کی اجنبیت بالکل ختم ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انہیں یہ شرف اور منصب عطا کیا، اس کے بعد کون سی عصبیت باقی رہ جاتی ہے؟ (یہ بات کہتے ہوئے استاد یاسر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے)

حطین: پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں واقع لال مسجد پر ہونے والے حملے کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

استاد یاسر: لال مسجد کا واقعہ پاکستانی فوج اور پاکستان کی پیشانی پر شرمندگی کا ایسا بدنما داغ ہے جو کبھی نہیں دھل سکتا۔ اور تاریخ میں جب بھی اس کا تذکرہ ہوگا تو پاکستان کی حکومت اور اس کی فوج ضرور لعنت و ملامت کی مستحق ٹھہرے گی۔ میں یہ کہوں گا کہ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کے خلاف حجاج نے مسجدِ حرام (خانۂ کعبہ) میں جو قتال کیا تھا، اس وقت سے لے کر آج تک یہ دوسرا واقعہ ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں مسجد کے اندر علماء، حفاظِ قران اور عام مسلمانوں کو شہید کیا گیا ہے۔ یہ لوگ ہمیں 'متشدد' کہتے ہیں، کیا جو کچھ لال مسجد کے ساتھ کیا گیا وہ تشدد نہیں تھا؟ ذرا دیکھئے کہ جمہوریت کا راگ الاپنے والوں نے لال مسجد کا کیسا حل نکالا؟ اور سیکولر طبقے نے لال مسجد والوں کے 'حقوق' کی کیسے حفاظت کی؟ پس لال مسجد کے واقعے نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ جنگ، اسلام اور جمہوریت کی جنگ ہے۔ نیز اس میں بے دین اور سیکولر لوگوں کی اسلام کے خلاف نفرت بھی کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ لال مسجد پر حملہ دراصل عالمِ اسلام کے خلاف جاری صلیبی وصہیونی یلغار کا حصہ ہی تھا۔

یہاں میں یہ بات بھی کہتا چلوں کہ یہ کوئی عام واقعہ نہیں تھا جو وقوع پذیر ہوا اور قصہ ختم ہو گیا۔ بلکہ اس واقعے نے پاکستان کی تاریخ ہی بدل دی ہے، اس واقعے نے پاکستانی معاشرے اور سیاست کو بدل ڈالا ہے۔ لال مسجد کے بعد پاکستان قطعاً ویسا نہیں رہا، جیسا کہ ماقبل تھا (یعنی پہلے پاکستان نے اسلام کا جو لبادہ اوڑھ رکھا تھا، وہ اب ہٹ گیا ہے اور مسلمانانِ پاکستان پر پاکستانی حکومت وفوج کا کفر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا ہے۔)

حطین: امریکہ ونیٹو کے خلاف جہاد میں آپ پاکستان کے قبائل بالخصوص اہلِ وزیرستان کے کردار کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

استاد یاسر: اہلِ وزیرستان نے جس طرح مجاہدینِ عرب اور مجاہدینِ عجم کی نصرت کی ہے، اللہ تعالیٰ انھیں اس پر بہترین جزا عطا فرمائیں۔ جب دشمنانِ دین ان کے پاس آئے تو انہوں نے اپنی تمام استطاعت کے ساتھ مجاہدین ومہاجرین کا دفاع کیا، حتیٰ کہ اس کے بدلے انہیں شدید نقصانات کا بھی سامنا کرنا پڑا؛ ان کے گھر گرائے گئے، ان پر میزائل برسائے گئے اور انہیں ناحق قتل کیا گیا۔ پس میری دعا ہے کہ انھوں نے اسلام کی جو خدمت ونصرت کی ہے، اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں انھیں اس کا اجر عطا فرمائیں۔ آمین!

حطین: آپ ان مجاہدین کے نام کچھ کہنا چاہیں گے جو اس وقت کفار ومرتدین کی قید میں اپنے دن گزار رہے ہیں؟

استاد یاسر: اللہ کی قسم! تمام انسانوں کو پیش آنے والے مصائب لکھے ہوئے ہیں۔ ہر انسان کو نعمتوں میں سے بھی حصہ ملتا ہے اور اسے مصیبتوں سے بھی گزارا جاتا ہے۔ پس جو شخص اپنے دین کے لئے گرفتار ہوا وہ تو

خوش قسمت ہے، اس کی نسبت جو اپنے شر و فساد کی وجہ سے گرفتار ہوا۔ ایک عورت کہ جس کا شوہر اسلام کے لئے قربانی اور دین و شریعت کی خدمت کی وجہ سے گرفتار ہوا ہو تو اس کے لئے کس قدر اطمینان کی بات ہے، بجائے اس کے کہ اس کا شوہر شراب و منشیات سے متعلق جرم میں گرفتار ہوتا۔

حطین: سرزمینِ افغانستان میں بسنے والے مجاہدین کو آپ کیا پیغام دیں گے؟

استاد یاسر: سرزمینِ افغانستان میں بسنے والے مجاہدین کو میں یہ کہوں گا کہ اُس راہ پر ثابت قدم رہو جس پر تم ہو۔ صبر کرو اور جمے رہو، حق کی خدمت میں سرگرم رہو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

حطین: آپ اہلِ پاکستان کو قبائلی علاقہ جات سے اٹھنے والے طالبان کے حوالے سے کیا پیغام دیں گے؟

استاد یاسر: میں یہی کہوں گا کہ خوشخبری ہے اہلِ پاکستان کے لئے اور بالخصوص سرحد کے باسیوں کے لئے کہ شریعت کے نفاذ کی خاطر طالبان تحریک اٹھ کھڑی ہوئی ہے؛ وہ تحریک کہ جس کا آغاز وزیرستان، سوات اور باجوڑ میں ہوا تھا۔ ان مجاہدین نے رہزنوں، منشیات فروشوں اور 'روشن خیال' لوگوں کو اپنے علاقوں سے نکال باہر کیا ہے اور یہاں ایمان و جہاد کی فضا پیدا کر دی ہے۔ یہ نہ صرف پاکستان، بلکہ افغانستان اور پوری امت کے حق میں خیر کی نوید ہیں۔

پس اے اہلِ پاکستان! انہیں اجنبی نہ جانو، نہ ہی انہیں اپنا دشمن سمجھو۔ یہ پاکستان کا امن قطعاً خراب نہیں کر رہے ہیں۔ پاکستان کا امن تو ایف۔ بی۔ آئی اور سی۔ آئی۔ اے کی خفیہ ایجنسیاں خراب کر رہی ہیں، جو پاکستان کی فوج اور قانون نافذ کرنے والے اداروں میں اپنے ایجنٹ داخل کر چکی ہیں۔ جہاں تک ان اہلِ دین طالبان کی بات ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اسلام و شریعت سے بخوبی واقف ہیں تو وہ تمام انسانوں میں بہترین لوگ ہیں۔ یہاں تک کہ سمندر میں تیرنے والی مچھلیاں اور بلوں میں رہنے والی چیونٹیاں تک اِن نیکی کی تعلیم دینے والے صالح لوگوں کی قدر جانتی ہیں۔ پس تم بھی ان کا حق ادا کرو! انہیں اپنا دوست بناؤ، ان کی مدد و نصرت کرو اور ان سے معافی بھی مانگو کہ تم نے ان کے حق میں بہت تقصیر کی ہے۔

حطین: آپ پاکستان کے ان نوجوانوں سے کیا کہنا چاہیں گے جو امتِ مسلمہ کے خلاف یہود و نصاریٰ کی مسلط کردہ جنگ کے باوجود اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں؟

استاد یاسر: میں ان سے صرف ایک ہی بات کہوں گا کہ جیسے امریکی عورتیں ہوائی جہازوں کے ذریعے افغانستان میں ہم پر بمباری کرتی ہیں، جنگلوں اور پہاڑوں میں ہمارے خلاف لڑتی ہیں؛ اور وہ یہ سب کچھ اپنے کفر کی وجہ سے کرتی ہیں......تو خدارا نوجوانو! اتنا تو کرو کہ ان امریکی عورتوں جیسی جرأت ہی اپنے اندر

پیدا کرلو اور ان سے لڑنے کے لئے اسلام کی خاطر اٹھ کھڑے ہو۔

حطین: امتِ مسلمہ کی بیٹیوں کو مخاطب کر کے آپ کیا کہیں گے؟

استاد یاسر: واللہ! اگر آپ میری باتوں کو مذاق میں لیں اور ان پر ہنسیں، تب بھی میں اپنی بیٹیوں کو یہی نصیحت کروں گا کہ اگر وہ جہاد کرنا چاہتی ہیں تو مجاہدین سے نکاح کر لیں۔ کیونکہ ایک عورت اس وقت ہی مجاہدہ بن سکتی ہے جبکہ اس کا شوہر بھی مجاہد ہو۔ یہ ممکن نہیں کہ ایک عورت شادی ایسے مرد سے کرے جو مجاہد نہ ہو اور خود مجاہدہ بن جائے۔ پس اپنی بیٹیوں کو میری یہی نصیحت ہے کہ آپ صرف اسلام کی خاطر نکاح کریں اور یقیناً یہ نکاح آپ کی زندگی بدل دے گا۔

یہاں میں تعددِ ازدواج پر بھی زور دوں گا کیونکہ یہ تعددِ ازدواج جہادی زندگی کا حصہ ہے۔ افسوس کہ یہ ہمارے معاشرے میں اسے معیوب سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا میں اپنی بیٹیوں سے کہتا ہوں کہ اسے قطعاً عار نہ سمجھیں۔ جہاد کے میدان میں تو اس کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے۔ ذرا صحابیہ حضرت امِ کلثومؓ کا تذکرہ کیجیے کہ پہلے ان کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا، وہ شہید ہو گئے تو ابنِ جعفرؓ سے نکاح ہوا، پھر وہ بھی شہید ہو گئے تو ان کا نکاح ایک اور صحابیؓ کے ساتھ ہوا۔ جہاد میں یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ شہداء کے گھرانوں کی کفالت کا مسئلہ اس کے بغیر حل نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یتیموں اور بیواؤں کے لئے کون سے دارالامان تھے؟ جب کوئی صحابیؓ فوت ہو جاتے تو ان کی بیوہ کا نکاح کسی دوسرے صحابیؓ سے ہو جاتا تھا۔ یوں بیوہ اور اس کے بچوں کی کفالت کا فطری اور مناسب ترین انتظام ہو جاتا تھا۔

حطین: پاکستان کے ذرائع ابلاغ اور اہلِ صحافت کو آپ کیا کہنا چاہیں گے؟

استاد یاسر: مجھے افسوس ہے کہ پاکستان کے ذرائع ابلاغ اور اہلِ صحافت مجموعی طور پر کفار کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے ہیں اور ان کے اشاروں پر پاکستان میں بے دینی پھیلانے میں مصروف ہیں، إلا من رحم اللہ! ان میں سے بیشتر افراد اور ادارے دین سے نسبت کرنے والوں کو کوئی وقعت نہیں دیتے، بلکہ ان کی تضحیک و تذلیل تک سے نہیں چوکتے۔ اس کے برعکس ان کی توجہات کا مرکز ایسے افراد ہوتے ہیں جن کا یا تو دین سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہوتا یا پھر وہ کفر و الحاد کی خدمت میں مصروف ہوتے ہیں۔

اس بندۂ فقیر کی مثال ہی سے بات واضح ہو جائے گی۔ دیکھیں! اگر میں کوئی اداکار یا گلوکار ہوتا تو یہ صحافت والے خود آکر مجھ سے گفت و شنید کرتے، اور میں ان کی تمام تر توجہ کا مرکز ہوتا لیکن چونکہ میں ایک عالم و مربی اور مجاہد فی سبیل اللہ ہوں تو مجھ سے کبھی کسی چینل نے رابطہ نہیں کیا۔ پچھلے تیس سالوں میں یہ پہلی مرتبہ ہے کہ پاکستان میں رسالہ ''حطین'' نے مجھ سے گفتگو کی ہے۔ لہٰذا میں اہلِ صحافت سے یہی کہوں گا کہ خدارا!

اللہ تعالیٰ اور آخرت کا خوف کریں اور عوام الناس کو دین سے دور کرنے کی بجائے دین کی دعوت اور جہاد کے کلمے کو عام کرنے کا ذریعہ بنیں۔

حطین: ہم آپ کے بہت مشکور وممنون ہیں کہ آپ نے اپنی مصروفیات میں سے ہمارے لئے وقت نکالا اور ہمیں یہ سعادت بخشی کہ ہم آپ کے ساتھ بیٹھے اور آپ سے گفتگو کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے عوض بہترین جزاء عطا فرمائیں اور آپ کی کاوشوں کو شرفِ قبولیت سے نوازیں، آمین!

استاد یاسر: میں بھی آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ آپ آئے اور آپ کے ذریعے مجھے پاکستان میں بسنے والے اپنے مسلمان بھائیوں سے بات کرنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھیں اور مزید خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائیں، آمین!

وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ

جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت وتعاون کے چالیس طریقے

مرکز للدّراسات الإسلامیة

(تیسری قسط)

۱۰۔مجاہدین کے لیے صدقات اکٹھے کرنا

کفر واسلام کا عالمگیر معرکہ پورے زوروں پر ہے۔شیاطینِ جن وانس نورِ ایمان کو بجھانے کے لیے تمام میسر وسائل جھونک رہے ہیں۔ ہر دور میں کفر کے لشکر اپنی تمام تر مادی قوت، مالی وسائل اور ظاہری شان و شوکت لے کر حق کے مقابل آتے ہیں،اور ہر دور میں ان کے حصے حسرت ونا کامی کے سوا کچھ نہیں آتا:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَھُمۡ لِیَصُدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَسَیُنۡفِقُوۡنَھَا ثُمَّ تَکُوۡنُ عَلَیۡھِمۡ حَسۡرَۃً ثُمَّ یُغۡلَبُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡآ اِلٰی جَھَنَّمَ یُحۡشَرُوۡنَ﴾ (الأنفال: ۳۶)

''بے شک کافر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تا کہ (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکیں۔سو وہ خرچ کرتے رہیں گے،مگر آخر وہ (خرچ کرنا) ان کے لیے (موجبِ) حسرت ہوگا اور پھر وہ مغلوب ہو جائیں گے۔اور (آخرت میں یہ) کفار دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے''۔

پس جب کفار، جو کسی آخرت پر یقین نہیں رکھتے،کسی اجر کے امیدوار نہیں،ایک باطل مقصد کی خاطر اپنے اموال بے دریغ کھپاتے ہیں،تو اہلِ ایمان کو بھلا کیسے زیب دیتا ہے کہ وہ اسلام کی سر بلندی کے لیے، رب سے اجر کے لیے، جنت کے حصول کے لیے اپنے اموال لٹانے میں بخل کریں۔آج، جب کہ کفر کی عالمی یلغار کا ہدف بذاتِ خود اسلام ہے،قرآن ہے، رسولِ عالی شان (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے،اہلِ ایمان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ جہاد کو قوت بخشنے کے لیے مال جمع کرنے کی باقاعدہ مہمات منظّم کریں،خفیہ وعلانیہ، ہر ممکن ذریعہ استعمال کریں،اعزاء واقارب کو مال خرچ کرنے پر ابھاریں،اہلِ حمیت تاجروں وصنعت کاروں کو انفاق کی ترغیب دیں،علماء،خطباء اور داعیانِ دین معاشرے کے اہلِ ثروت حضرات کو ان کا ایمانی فریضہ یاد دلائیں، جہاد بالمال کی فرضیت کا حکم کھول کھول کر بیان کریں، ایثار وقربانی کا ایک ایسا جذبہ بیدار کریں جو کفر اور اس کے آلۂ کاروں کی عائد کردہ ساری پابندیوں اور بندشوں کو توڑتے ہوئے مجاہدینِ فی سبیل اللہ کو اتنے مالی وسائل فراہم کر پائے کہ وہ کفار کے پیروں تلے آگ لگا دیں اور انہیں ان کے گھروں میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیں۔اللہ گواہ ہے کہ کتنے ہی عاشقانِ رسولؐ آج گستاخِ رسولؐ کا بدلہ لینے کو بے تاب ہیں، کتنے ہی فدایانِ

دین اپنی جانیں وار کر کفر کے لشکروں کو نیست و نابود کرنے کے لیے بے قرار ہیں، قیدی بھائیوں اور بہنوں کو چھڑانے کے لیے، امت کے سینے ٹھنڈے کرنے کے لیے کتنی عظیم الشان کارروائیوں کے منصوبے تیار ہیں......لیکن محض دستیاب وسائل کی قلت ان سب کی تکمیل میں حائل ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ راہِ جہاد میں مال خرچ کرنا ایک فریضہ ہے اور دوسروں کو اس پر ابھارنا ایک علیحدہ فریضہ، اور اس فریضے کو ترک کرنے پر بھی قرآنِ کریم نے شدید وعید سنائی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ''سورۃ الماعون'' میں منکرِ آخرت کی نشانیاں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ (الماعون:۳)

''اور یہ مسکین کو کھانا کھلانے پر (لوگوں کو) ترغیب نہیں دیتا''۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''(عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ) عَلٰى صَدَقَةِ الْمِسْكِيْنِ''.

''مسکین کو کھانا کھلانے سے (اس آیت میں) مسکین کو صدقہ دینا مراد ہے''۔

علامہ زمخشریؒ اپنی تفسیر میں اسی آیت کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''يعني: أنه لو آمن بالجزاء وأيقن بالوعيد، لخشي الله تعالٰى وعقابه ولم يقدم على ذلك، فحين أقدم عليه علم أنه مكذب، فما أشده من كلام، وما أخوفه من مقام، وما أبلغه في التحذير من المعصية''.

''آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ شخص واقعتاً جزاء پر ایمان رکھتا اور اسے (قرآنی) وعیدوں کا یقین ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی سزاؤں سے ڈر کر (مسکین کو صدقہ دینے پر ابھارنے سے) ہرگز گریز نہ کرتا، لیکن جب اس نے ایسا کیا تو یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ آخرت کو جھٹلاتا ہے۔ پس یہ کتنی سخت بات ہے اور کتنا ڈرنے کا مقام ہے اور گناہ سے روکنے کا کتنا بلیغ انداز ہے!''

امام رازیؒ درج بالا آیت کی تشریح کرتے ہوئے ایک عجیب نکتہ ذکر کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''...هو بخيل من مال غيره، وهذا هو النهاية في الخسة، فلأن يكون بخيلاً بمال نفسه أولٰى''.

''......یہ شخص (جو دوسروں کو خرچ کرنے کی ترغیب نہیں دیتا) درحقیقت غیروں کے مال کے معاملے میں بھی بخیل ہے، اور یہ تو خسیس ہونے کی انتہا ہے۔ پس جو شخص دوسروں کے مال کے معاملے میں کنجوسی کرے، وہ اپنے مال کے حوالے سے تو اور بھی زیادہ کنجوس ہوگا''۔

بلاشبہ کوئی مومن نہیں چاہے گا کہ وہ ایسے رذیل اخلاق کا حامل ہو اور اللہ رب العزت کی ایسی سخت وعیدوں کا مستحق ٹھہرے۔ پس ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنی آخرت سنوارنے کی خاطر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے مال جمع کرے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دے۔

یہاں ہم اس امر کا ذکر بھی کرتے چلیں کہ جہاں ایک جانب شریعت نے یہ فریضہ ترک کرنے پر وعید سنائی ہے، وہیں اس کی بجا آوری پر اجر و ثواب کے وعدے بھی کر رکھے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک مستقل باب اس عنوان سے باندھا ہے:

''باب التحريض على الصدقة و الشفاعة فيها''.

یعنی ''صدقہ دینے پر ابھارنا اور کسی (مستحق) کو صدقہ دینے کے حق میں سفارش کرنا''۔

اسی باب میں آپؒ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل آتا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی حاجت پیش کی جاتی تو آپؐ صحابۂ کرامؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے:

''اشفعوا توجروا ويقضي الله على لسان نبيه ما شاء''.

''(اس کے حق میں) سفارش کرو (تاکہ) تمہیں اجر ملے؛ اور اللہ اپنے نبیؐ کی زبان پر جو فیصلہ چاہے گا، جاری کر دے گا''۔

(صحيح البخاري؛ كتاب الزكٰوة، باب التحريض على الصدقة والشفاعة فيها)

علامہ ابنِ حجرؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''قال إبن بطالؒ: المعنى اشفعوا يحصل لكم الأجر مطلقاً، سواء قضيت الحاجة أو لا''.

''ابنِ بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ تم (مستحق کے حق میں) سفارش کرو، تمہیں اس کا اجر ہر صورت میں ملے گا، خواہ اس کی ضرورت پوری کی جائے یا نہ کی جائے''۔

(فتح الباري؛ المجلد الرابع، كتاب الزكٰوة)

بلاشبہ آج، جبکہ جہاد فرضِ عین ہے، مسلمانوں کے صدقات کا مجاہدین سے زیادہ کوئی مستحق نہیں۔ پس جو شخص دوسرے مسلمانوں کو راہِ جہاد میں مال خرچ کرنے پر ابھارے اور مجاہدینِ فی سبیل اللہ کے حق میں دیگر مومنین سے سفارش کرے، وہ ہر صورت میں مستحقِ ثواب ہے خواہ کوئی اس کی پکار پر لبیک کہے یا نہ کہے۔

نیز ہم یہاں اس نکتے کو بھی واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جہادی تحریکات جب راہِ جہاد میں مال خرچ

کرنے پر ابھارتی ہیں تو وہ لوگوں سے چندے کی بھیک نہیں طلب کر رہی ہوتیں۔ خودداری اور غیرت وحمیت ایک مومن مجاہد کی لازمی صفات ہیں۔ یہ غیرتِ ایمانی ہی مجاہدین کو ان کے گھروں سے نکالتی ہے اور اللہ کی حدود کی پامالی اور اہل اللہ کی رسوائی پر خاموش بیٹھنے سے روکتی ہے۔ اسی لیے ہمارا جواد وکریم رب بھی مجاہدین کی غیرت پر ہلکی سی ٹھیس تک گوارا نہیں کرتا اور خود تا قیامت تلاوت کی جانے والی آیات نازل فرما کر ایسے لطیف انداز میں اہلِ ایمان کو مجاہدین کی ضروریات پوری کرنے پر ابھارتا ہے جس سے مجاہد کی شان اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ (البقرة: ۲۷۳)

''خاص طور پر صدقات کے مستحق وہ تنگ دست لوگ ہیں جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنے ذاتی کسبِ معاش میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے۔ ان کی خودداری دیکھ کر ناواقف آدمی یہ گمان کرتا ہے کہ یہ خوشحال ہیں۔ تم ان کے چہروں سے ان (کی اندرونی حالت) پہچان سکتے ہو۔ مگر وہ ایسے لوگ نہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں۔ (ان کی اعانت میں) جو کچھ مال تم خرچ کرو گے وہ اللہ سے پوشیدہ نہ رہے گا''۔

علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہاں ''اللہ کے کام میں گھر جانے'' سے مراد ہے:

''حبسهم الجهاد أو العمل في مرضاة اللّٰه تعالىٰ''.

''انہیں جہاد نے یا اللہ کی رضا والے کسی دوسرے عمل نے مشغول کر رکھا ہے''۔

پس اللہ تبارک وتعالیٰ ایک جانب تو اہلِ ایمان کو ان مجاہدین کی طرف خصوصی توجہ دلاتے ہیں، پھر ان کی شان بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ وہ معززینِ امت ہیں جو ''میرے کام'' میں مصروف ہیں جس سے عالی شان کوئی دوسرا کام نہیں، اور یہ بھی واضح کیے دیتے ہیں کہ یہ ایسے خوددار لوگ ہیں جو ضرورت کے باوجود اپنی سفید پوشی برقرار رکھتے ہیں اور میرے سوا کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو تیار نہیں ہوتے۔ پس یہ لوگ صدقاتِ مسلمین کے مستحق ہیں۔ سبحان اللہ! اللہ کے اس کلام سے کیسی محبت، شفقت اور قربت ٹپکتی ہے!

یہیں یہ امر بھی ذہن نشین رکھنا اہم ہے کہ جہاد میں مال لگانا آج کوئی نفلی عبادت نہیں، بلکہ فرضِ عین ہے۔ پس اس راہ میں مال لگانے والے درحقیقت اپنی ہی آخرت کا توشہ تیار کرتے ہیں، رب کی رحمتوں کے

مستحق ٹھہرتے ہیں، نبویؐ بشارتوں کے مصداق بنتے ہیں۔ چنانچہ اس راہ میں انفاق کرنے والے اہلِ خیر کو اس امر کے خصوصی اہتمام کی ضرورت ہے کہ وہ قرآن کے سکھلائے ہوئے آدابِ انفاق کو ملحوظِ خاطر رکھیں اور ایسے کسی بھی قول وفعل سے اجتناب کریں جو ان کی اس عظیم الشان نیکی کو ضائع کرنے کا سبب بن جائے۔ ان پر لازم ہے کہ مال خرچ کرتے ہوئے ان کے دل کی کیفیت قرآن کی اس آیت کی عکاسی کرے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ﴾ (المؤمنون: ٦٠)

''اور جن کا حال یہ ہے کہ وہ جو دے سکتے ہیں دیتے ہیں اور ان کے دل اس خیال سے کانپتے رہتے ہیں کہ ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے''۔

ان پر لازم ہے کہ وہ انفاق کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ مبارک کو بھی مضبوطی سے تھامے رکھیں تاکہ وہ الٰہی بشارتوں کے مستحق بن سکیں:

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (البقرة: ٢٦٢)

''جو لوگ اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، پھر اس کے بعد نہ اس خرچ کا (کسی پر) احسان جتاتے ہیں اور نہ (کسی کو) تکلیف دیتے ہیں، ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس (تیار) ہے، اور قیامت کے دن نہ ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

علامہ عینیؒ اس آیت کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے ابنِ بطالؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

''ذكر أهل التفسير أنها نزلت في الذي يعطي ماله للمجاهدين في سبيل الله تعالٰى معونة لهم على جهاد العدو. ثم يمن عليهم أنه قد صنع إليهم معروفاً إما بلسان أو بفعل، ولا ينبغي له أن يمن به على أحد، لأن ثوابه على الله تعالٰى''.

''مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مجاہدین فی سبیل اللہ کو اپنا مال دیتا ہے تاکہ وہ دشمن کے خلاف جہاد میں اسے استعمال کریں۔ پھر اس کے بعد وہ ان پر اپنے قول یا فعل سے احسان جتاتا ہے کہ اس نے ان کے ساتھ نیکی کی ہے، حالانکہ اس کے لیے کسی طرح مناسب نہیں کہ وہ کسی انسان پر احسان جتائے کیونکہ اس کو ثواب دینا تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے''۔

(عمدة القاري؛ كتاب الزكٰوة، باب المنّان بما أعطى)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اخلاصِ نیت اور عملِ صالح کی توفیق دے اور ہر صبح اترنے والے فرشتے

کی اس دعا کا مستحق بنائے کہ:

"اللّٰهم أعط منفقًا خلفًا".

"اے اللہ خرچ کرنے والے کو اور دے"۔

اور اسی کے ساتھ نازل ہونے والے دوسرے فرشتے کی اس بد دعا سے بچنے کی توفیق دے کہ:

"اللّٰهم أعط ممسكًا تلفًا".

"اے اللہ روک کے رکھنے والے کا مال تلف کر دے"۔

(صحيح البخاري؛ كتاب الزّكٰوة، باب قول اللّٰه تعالٰى فأما من أعطٰى واتقٰى وصدّق بالحسنٰى...)

۱۱۔ جہاد کے لیے اموالِ زکوٰۃ جمع کرنا

زکوٰۃ اسلام کے پانچ ستونوں میں سے ایک ہے، جو کہ ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض اور قربِ الٰہی کے حصول کا ایک اساسی ذریعہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں جہاں زکوٰۃ کے دیگر مصارف بیان فرمائے ہیں، وہیں جہاد فی سبیل اللہ کو بھی اس کا ایک مصرف قرار دیا ہے۔ آج جب کہ جہاد فرضِ عین ہو چکا ہے، اموالِ زکوٰۃ کو جہاد کی مد میں خرچ کرنے کی اہمیت دو چند ہوگئی ہے۔ ایک مرتبہ امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:

"لوضاق المال عن إطعام الجياع والجهاد الذي تضرر بتركه؟"

"اگر بھوکوں کو کھانا کھلانے کے لیے مال کم پڑ رہا ہو اور دوسری طرف جہاد کو مال کی ضرورت ہو (تو کسے ترجیح دی جائے)؟"

تو ابن تیمیہؒ نے فرمایا:

"قدمنا الجهاد وإن مات الجياع كما في مسئلة التترس، بل أولٰى فإن هناك نقتلهم بفعلنا وهنا يموتون بفعل اللّٰه".

"اس صورت میں ہم جہاد کی ضرورت کو ترجیح دیں گے، چاہے بھوکے بھوک سے مر جائیں۔ جیسا کہ "تَتَـرُّس" کے مسئلہ میں (مسلمانوں کو بلا قصد ضرر پہنچانے کا جواز) ہے۔ بلکہ یہاں تو جہاد کی مصلحت کا خیال رکھنا زیادہ اہم ہے کیونکہ "تَتَرُّس" میں تو وہ ہمارے فعل سے مرتے ہیں، جبکہ اس صورت میں ان کی موت اللہ کے فعل سے واقع ہوگی"۔

(الفتاوٰی الكبرٰی: ۲۰۸/۴)

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ جہاد بالمال کی اہمیت کو شریعت کی روشنی میں بار بار بیان کیا جائے اور اہلِ

ایمان کو اس فریضے کی اہمیت و نزاکت حکمت وعمدہ اسلوب سے سمجھائی جائے۔ اگر مسلمانوں کی ایک مناسب تعداد آج محض اپنے اموالِ زکوٰۃ ہی جہاد کی نصرت کے لیے بھیجنا شروع کر دے تو شاید جہاد کو امت کے نفلی صدقات کی ضرورت باقی نہ رہے۔ پس ہر مسلمان پر، خواہ اس پر زکوٰۃ فرض ہو یا نہ ہو، لازم ہے کہ وہ دیگر مسلمانوں کی توجہ اس ذمہ داری کی طرف مبذول کرائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا﴾ (النسآء: ۸۵)

''جو شخص نیکی کے کام کی سفارش کرے گا، اسے اس (کے ثواب) میں حصہ ملے گا......''

نیز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ ہے کہ آپ مسلمانوں کو مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتے، اور خواتین کو علیحدہ سے خاص طور پر تلقین کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ:

''خرج النبي صلى الله عليه و سلم يوم عيد فصلّى ركعتين لم يصل قبل ولا بعد، ثم مال على النسآء ومعه بلال، فوعظهن وأمرهن أن يتصدقن، فجعلت المرأة تلقي القلب والخرص''.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدِ فطر کے دن (مدینہ سے) باہر تشریف لے گئے، وہاں دو رکعت نمازِ عید ادا کی اور نہ تو اس سے پہلے، نہ اس کے بعد نفل پڑھے۔ پھر آپؐ عورتوں کی طرف مڑے، ان کو نصیحت کی اور خیرات کرنے کا حکم دیا۔ تو (آپؐ کی گفتگو سن کر) کوئی عورت اپنا کنگن پھینکنے لگی، کوئی بالی''۔

(صحيح البخاري؛ كتاب الزكٰوة، باب التحريض على الصدقة والشفاعة فيها)

اللہ کے رستے میں انفاق پر جو عظیم الشان وعدے رب تعالیٰ نے کر رکھے ہیں، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ انفاق کرنے کے لیے توکل اور ایثار و قربانی کی صفات درکار ہوتی ہیں، جو اللہ کی خاص توفیق ہی سے کسی کے حصے میں آتی ہیں۔ اللہ رب العزت نے ماضی قریب میں دورِ صحابہؓ کی یادیں تازہ کرنے کے لیے چند بندگانِ خدا مست کو اٹھایا، انہیں جہاد کے ذریعے نظامِ خلافت قائم کرنے کی توفیق دی اور انھی کے ہاتھوں اپنی زمین پر اپنا قانون نافذ کرایا۔ امارتِ اسلامیہ افغانستان اور اس کے امیر، امیر المومنین ملا محمد عمر (حفظہ اللہ) نے جہاں اپنے غیر معمولی توکل کی بنا پر ایک حکمِ شریعت کی پاسداری کی خاطر ساری دنیا سے جنگ کرنا قبول کی، وہیں آپ کے چند دیگر کارنامے بھی تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ انھی میں سے ایک، غیر معمولی توکل کا مظہر اور ایثار و قربانی کی صفت کا منہ بولتا ثبوت، یہ واقعہ ہے کہ جب شیشان کے دارالحکومت گروزنی میں مجاہدین مالی تنگی اور مشکلات کا شکار ہوئے تو امیر المومنین ملا محمد عمر (حفظہ اللہ) نے بیت المال کے

خازن سے پوچھا کہ خزانے میں کتنی رقم ہے۔ جب بتایا گیا کہ تین لاکھ ڈالر مالیت کے مساوی رقم موجود ہے، تو امیر المومنین نے حکم دیا کہ اس کا ایک تہائی حصہ شیشانی مجاہدین کو دے دیا جائے۔ سبحان اللہ! ہزاروں مربع میل پر پھیلی، مستقل جہاد میں مصروف ایک سلطنت جس کی کل کائنات محض تین لاکھ ڈالر تھی، اس نے اپنا پیٹ کاٹ کر ایک اور محاذ پر مصروفِ جہاد مسلمان بھائیوں کی ایسی بے مثال نصرت کی جس کی مثال تاریخِ انسانی میں کم ہی ملتی ہے۔ بلاشبہ کسی فرد کے قلب میں ایثار و قربانی کا یہ جذبہ تبھی پیدا ہوسکتا ہے جب وہ کفار کی کھینچی ہوئی مصنوعی سرحدات کو جوتے کی نوک پر رکھے اور ایمانی اخوت کا جذبہ اسے شرق و غرب کے ہر مسلمان کا دکھ محسوس کرنے پہ مجبور کرے۔ اس کے برعکس کفار کے کاسہ لیس، مغربی افکار و نظریات اور قوم پرستارانہ کفری عقائد کے حامل، امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردنوں پر مسلط مرتد حکمران مسلمانوں کے اربوں کھربوں ڈالروں کے مالک ہونے کے باوجود نہ صرف ان اموال کو نصرتِ جہاد پر خرچ نہیں کرتے بلکہ الٹا ان اموالِ مسلمین کو استعمال کرتے ہوئے جہاد و مجاہدین کی بیخ کنی کرتے ہیں، **قاتلهم اللّٰه!**

۱۲۔ زخمی مجاہدین کا علاج کرانا

راہِ جہاد کے زخم اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ تمغہ ہائے محبت اور بندۂ مومن کے صدق کی دلیل ہیں۔ خوش قسمت ہے وہ جسے اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں زخم کھانے کی سعادت بخشیں اور خوش قسمت ہے وہ جو اس فی سبیل اللہ زخمی کی دیکھ بھال کر کے رب کی رضا حاصل کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''......واللّٰه في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه''.

''......اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں مصروف رہتا ہے''۔

(صحيح المسلم؛ كتاب الذكر والدعاء والتوبة والإستغفار، باب فضل الإجتماع على تلاوة القرآن)

کسی بندۂ مومن کے لیے اس سے زیادہ اطمینان کی بات کیا ہوگی کہ اسے اللہ تعالیٰ کی معیت و نصرت حاصل ہو اور وہ بے غم ہو کر اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف دور کرنے، اور اس کی ضروریات کی دیکھ بھال میں مصروف رہے۔

زخمی مجاہدین کے علاج میں تعاون کی مختلف صورتیں ممکن ہیں:

☆ علاج کے اخراجات برداشت کرنا۔

☆ مجاہدین کی مطلوبہ ادویات فراہم کرنا۔

☆ جن زخمیوں کو محاذوں پر سنبھالنا ممکن نہ ہو، ان کے لیے جنگ سے پیچھے کے علاقوں میں رہائش و دیکھ بھال کی محفوظ و آرام دہ جگہیں فراہم کرنا اور وہاں ان کی صحت یابی تک ان کا خیال رکھنا۔

☆ محاذ سے دور کے شہروں میں شدید زخمی مجاہدین کو بہترین سطح کا علاج فراہم کرنے اور نازک نوعیت کے آپریشن کرنے کا مکمل انتظام کرنا۔

☆ محاذ سے قریبی علاقوں میں ابتدائی طبی امداد، بنیادی علاج معالجے اور زخمیوں کے نسبتاً آسان نوعیت کے آپریشن کے مراکز کھولنے کا مکمل انتظام کرنا، یعنی اس کے لیے درکار وسائل، مشینیں اور افرادی قوت فراہم کرنا۔

☆ اطباء کا ہجرت کر کے میدانِ جہاد میں آنا اور مستقل طور پہ طبی ذمہ داریاں سنبھالنا۔

ان تمام صورتوں میں سے آخر الذکر شاید سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ بلاشبہ یہ ایک نہایت ہی قابلِ افسوس امر ہے کہ ایک ایسی امت جس میں شعبۂ طب سے منسلک افراد کی تعداد بلا مبالغہ لاکھوں میں پہنچتی ہے، جب اسی امت کے دفاع میں جانیں دینے والوں کی صفوں کا جائزہ لیا جائے تو وہاں اطباء کا وجود تقریباً ناپید نظر آئے۔ اللہ گواہ ہے کہ نجانے اس امت کے کتنے ہی قیمتی نوجوان مناسب طبی سہولیات میسر نہ آنے کی وجہ سے میدانِ جہاد یا سرزمینِ رباط میں تڑپ تڑپ کر شہید ہوئے ہیں؛ کتنے ہی گوہر پارے ایسے ہیں جن کے زخموں کی مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کے سبب انہیں مستقل معذوری کا سامنا کرنا پڑا ہے؛ دنیا بھر سے ہجرت کر کے آنے والے مجاہدین کے اہلِ خانہ میں کتنی ہی پاکباز مائیں اور بہنیں ایسی ہیں جنہیں بروقت خواتین اطباء نہ ملنے کے سبب شدید تکالیف اور صعوبتیں دیکھنی پڑی ہیں۔ بلاشبہ اس عظیم تقصیر کا بوجھ ان تمام اطباء حضرات کی گردنوں پر ہے جو دنیا کے کاموں میں مصروف ہو کر اپنے مجاہد بھائیوں کو بھول گئے۔ جہاد آج پوری امت پر فرضِ عین ہے، لیکن اطباء پر یہ فرضیت باقیوں سے کہیں درجے بڑھ کر ہے۔ پس امت کے درد کو اپنا درد جاننے والے باحمیت ڈاکٹروں پر لازم ہے کہ وہ ہجرت کریں اور جہاد کے میدانوں میں اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے آگے بڑھیں۔ اسی طرح غیر اطباء حضرات بھی اس حوالے سے اپنی ذمہ داری ادا کریں، بالخصوص شہری علاقوں میں زخمی مجاہدین کی رہائش اور طبی دیکھ بھال کا محفوظ و مناسب انتظام کرنے پر توجہ دیں۔

۱۳۔ زبان سے جہاد کی دعوت دینا

جہاد فی سبیل اللہ اور دعوت الی اللہ دو مختلف لیکن باہم معاون و مناصر فرائض ہیں۔ ان کے درمیان اصلاً کوئی تعارض نہیں کیونکہ دونوں ایک ہی رب کے نازل کردہ احکامات ہیں۔ 'جہاد' کی اساس بھی دراصل 'دعوت' ہی پر کھڑی ہوتی ہے۔ کسی بندۂ مجاہد کی دعوت ہی ہمارے کانوں تک پہنچی تو ہم اللہ کے نازل کردہ حکمِ

جہاد کو سمجھ کر اپنے گھروں سے نکلے تھے۔اور آج ہم خود بھی، میدانِ جہاد میں ہونے کے باوجود، اس تحریر کے ذریعے اور دیگر میسر ذرائع استعمال کرتے ہوئے دعوت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ پس اگر دعوت کا کام درست شرعی بنیادوں پر کھڑا ہو تو اس کی مضبوطی جہاد ہی کی تقویت کا باعث بنتی ہے۔

اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ بھی دراصل دعوت ہی کو پھیلانے کا ایک ذریعہ ہے۔ دعوتِ دین کے رستے میں حائل سلطنتوں، باطل قوتوں اور سرکشوں کا زور توڑنا جہاد کے مقاصد میں شامل ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

''الجهاد دعوة قهرية، فتجب إقامته حسب الإمكان حتى لا يبقى إلا مسلم أو مسالم''.

''جہاد قوت کے زور سے دعوت پھیلانے کا نام ہے۔ پس اس فریضے کو حسبِ استطاعت قائم کرنا واجب ہے یہاں تک کہ صرف دو ہی طرح کے لوگ باقی بچیں، یا تو مسلمان، یا پھر مسلمانوں سے (دب کر ان سے) صلح کر لینے والے''۔

(روضة الطالبين؛ كتاب السير)

اسی طرح امام کاسانیؒ لکھتے ہیں:

''القتال ما فرض لعينه، بل للدعوة إلى الإسلام، والدعوة دعوتان: دعوة بالبنان؛ و هي القتال، ودعوة بالبيان وهو اللسان؛ وذلك بالتبليغ، والثانية أهون من الأولٰى لأن في القتال مخاطرة الروح والنفس والمال، وليس في دعوة التبليغ شيء من ذلك......''

''قتال اس لیے نہیں فرض کیا گیا کہ وہ بذاتِ خود مقصود ہے، اسے تو اسلام کی دعوت پھیلانے کے لیے فرض کیا گیا ہے۔ اب دعوت کی دو قسمیں ہیں: تلوار سے دعوت یعنی قتال، اور بیان و زبان سے دعوت یعنی تبلیغ۔ اور دعوت کی یہ دوسری قسم پہلی قسم سے ہلکی و آسان تر ہے کیونکہ قتال میں اپنی زندگی، جان اور مال کو خطرے میں ڈالنا پڑتا ہے، جبکہ دعوت بذریعہ تبلیغ میں یہ سب خطرات نہیں پیش آتے......''

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع؛ فصل في بيان ما يجب على الغزاة الإفتتاح به حالة الوقعة ولقاء العدو)

پس جہاد و قتال کے فریضے میں مصروف ہر مجاہد درحقیقت دعوتِ دین ہی کا فرض ادا کر رہا ہوتا ہے۔ ہر مجاہد دراصل ایک داعی ہے اور اسے محنت کر کے اپنے اندر مزید داعیانہ تڑپ اور لوگوں کی ہدایت کا جذبہ پیدا کرنے

پر توجہ دینی چاہیے۔ اسی طرح ہر داعی کو بھی اپنے اندر مجاہدانہ صفات پیدا کر کے میادینِ قتال کا رخ کرنا چاہیے۔ گویا شریعت 'داعی' و 'مجاہد' کی ایسی کسی تفریق کی قائل نہیں کہ کچھ لوگ محض زبانی تبلیغ کرتے ہوں اور کچھ محض قتال۔ یہ دونوں فرائض ساتھ ساتھ ادا کیے جاتے ہیں اور ایک فرض دوسرے کو ساقط نہیں کرتا۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی کا نمازی ہونا اس پر سے روزہ ساقط نہیں کرتا، یا کسی کا روزہ دار ہونا حج ساقط نہیں کرتا، عین اسی طرح کسی کا داعی ہونا اس پر سے جہاد یا کسی کا مجاہد ہونا اس پر سے دعوت کے فرض کو ساقط نہیں کرتا۔ اسی نکتے کی وضاحت غزوۂ خیبر میں پیش آنے والے ایک واقعے سے ہوتی ہے۔ خیبر کے دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکرِ اسلام کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھمایا۔ پھر آپؓ کو یہود سے جنگ کے لیے روانہ کرتے ہوئے یہ بصیرت افروز کلمات فرمائے:

"انفذ على رسلك حتى تنزل بساحتهم، ثم ادعهم إلى الإسلام وأخبرهم بما يجب عليهم من حق الله فيه، فوالله لأن يهدي الله بك رجلًا واحدًا خير من أن يكون لك حمر النعم".

"تم پورے وقار مگر تیزی کے ساتھ چلتے چلے جاؤ یہاں تک کہ ان کی زمین میں جا پہنچو۔ پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں اللہ کے جو حق ان پر واجب ہیں وہ انہیں بتاؤ، کیونکہ اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعے اللہ ایک شخص کو ہدایت عطا فرما دیں تو یہ تمہیں سرخ اونٹ ملنے سے بہتر ہے"۔

(صحيح البخاري؛ كتاب المغازي، باب غزوة خيبر)

بلاشبہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر تعلیم دینے والا دنیا نے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تربیت کے لیے یہ عجیب موقع چنا۔ اپنے سپہ سالار کو عین قتل وقتال پر روانہ کرتے ہوئے یہ سمجھایا کہ اسلام میں قتال کا مقصد محض خون بہانا ہی نہیں، بلکہ دعوتِ دین پھیلانا اور لوگوں کو جہنم سے بچا کر دین میں داخل کرنا ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ دعوتِ دین یا تعلیمِ دین میں مصروف ہونا فرضِ کفایہ کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی طرح جہاد بھی عام حالات میں (یعنی جب مسلمان اقدامی جہاد کر رہے ہوں) فرضِ کفایہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر مسلمان دفاعی جنگ لڑ رہے ہوں، حملہ آور دشمن کے خلاف برسرِ پیکار ہوں تو جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ پس جب جہاد فرضِ عین ہو جائے تو اب دعوت (بمعنی تبلیغ) کا کام جہاد کے تابع ہوگا کیونکہ فرضِ عین فرضِ کفایہ پر مقدم ہوتا ہے۔ پس ایسے میں جہاد کے فرض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ جتنا دعوتی کام ہو سکے، کیا جائے گا۔ لیکن یہ کسی صورت جائز نہ ہوگا کہ کوئی شخص اس بہانے سے جہاد سے پیچھے رہے کہ میں دعوت و تبلیغ

کے کام میں مصروف ہوں، الا یہ کہ امرائے جہاد مصلحتِ جہاد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اسے اس کام پر مامور کریں۔

ان تمہیدی نکات کے بعد ہم اپنے موضوع کی طرف واپس آتے ہوئے کہتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت وتعاون کی ایک اہم صورت یہ ہے کہ اپنی زبان سے جہاد کی دعوت عام کی جائے اور اہلِ ایمان کو جنگ کے لیے تیار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پاک کتاب میں فرماتے ہیں:

﴿فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّکُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَاللّٰہُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْکِیْلًا﴾ (النسآء: ۸۴)

''پس تم اللہ کی راہ میں قتال کرو، تم اپنی ذات کے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں، البتہ مومنوں کو (جنگ پر) تحریض دو۔ بعید نہیں کہ اللہ کافروں کا زور توڑ دے۔ اللہ کا زور سب سے زیادہ زبردست اور اس کی سزا سب سے زیادہ سخت ہے''۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ﴾ (الأنفال: ٦٥)

''اے نبیؐ! اہلِ ایمان کو قتال پر ابھاریئے......''

امام رازیؒ اپنی تفسیر میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''التحريض في اللغة أن يحث الإنسان غيره على شيئًا حثًا يعلم منه أنه لو تخلف عنه كان حارضًا(هالكاً)......أشار بهذا إلى أن المؤمنين لو تخلفوا عن القتال بعد حث النبي صلى الله عليه وسلم كانوا حارضين، أي هالكين''.

''لغت میں تحریض سے مراد ہے: انسان کا کسی دوسرے فرد کو کسی کام پر اس طرح ابھارنا کہ وہ یہ سمجھنے لگے کہ اگر اس نے یہ کام نہ کیا تو وہ ہلاک ہو جائے گا......پس آیتِ مبارکہ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابھارنے کے باوجود بھی مومنین قتال سے پیچھے رہے تو وہ ہلاکت میں جا پڑیں گے''۔

جہاد کی دعوت دینے کے لیے قرآن نے بالخصوص ''تحریض'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ گویا ہم سے مطلوب محض جہاد کی بات پہنچانا ہی نہیں بلکہ اس تسلسل، دلسوزی، لگن، تڑپ اور عمدہ اسلوب کے ساتھ پہنچانا ہے کہ امت کو اپنی بقاء ونجات جہاد ہی میں نظر آئے اور جہاد سے منہ موڑنے کو وہ اپنی موت کے مترادف سمجھنے لگے۔ پس علمائے امت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی درس گاہوں میں جہاد کا سبق پڑھائیں اور کتبِ سیر ومغازی

میں درج احکامات بیان کریں، خطباء کا فرض بنتا ہے کہ وہ جمعۃ المبارک کے خطبوں میں جہاد کی تحریض دیں اور جہادی فضا عام کریں، داعیانِ دین پر بھی لازم ہے کہ وہ فریضۂ جہاد کے احیاء اور اس عظیم عبادت کی محبت عام کرنے میں اپنا بھرپور حصہ ڈالیں۔ ہر خاص و عام، مرد و زن، پیر و جواں کی مسئولیت ہے کہ وہ جہاد کی بات کرے، جہاد کے فضائل خود پڑھے اور دوسروں کو سنائے، جہاد و مجاہدین کی محبت دلوں میں اتارے، اسلامی تاریخ میں سے جہاد و قتال کے حیرت انگیز واقعات نکال کر ان کے تذکرے کرے، مجاہدین کی کامیابیوں اور دشمن کے نقصانات کی خبریں معلوم کرے اور آگے پھیلائے، میدانِ جہاد میں رونما ہونے والی کرامات بیان کرے، قائدینِ جہاد کی نصیحتیں غور سے سنے اور دوسروں تک پہنچائے، مجاہدین کی مطبوعات، جہادی رسالے، جنگی ترانے، عسکری کارروائیوں کی فلمیں، شہداء کی وصیتیں، علمائے جہاد کے بیانات وسیع ترین دائرے میں خفیہ و علانیہ ذرائع سے تقسیم کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔ فقہائے کرام نے یہ بات بہت صراحت سے لکھی ہے کہ جو مومنین کسی شرعی عذر کی وجہ سے قتال میں شریک نہ ہوسکیں، جہاد کی دعوت و ترغیب دینے کے فریضے سے وہ بھی مستثنیٰ نہیں، بلکہ ان کا عذر تبھی قبول ہوگا جب وہ پیچھے بیٹھ کر تحریض علی الجہاد کا فرض ادا کرتے رہیں۔ امام ابوبکر جصاص ؒ لکھتے ہیں:

”وكان عذر هؤلاء ومدحهم بشريطة النصح لله ورسوله...... ومن النصح لله تعالىٰ حث المسلمين على الجهاد وترغيبهم فيه، والسعي في إصلاح ذات بينهم“.

”(سورۂ توبہ میں) شرعاً معذور لوگوں کا عذر اسی شرط پر قبول کیا گیا اور ان کی تعریف بھی اسی بنا پر کی گئی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے مخلص رہیں گے......اور اللہ تعالیٰ سے مخلص ہونے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا جائے اور انہیں اس کی ترغیب دی جائے اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات بہتر بنانے کی کوشش کی جائے“۔

(أحكام القرآن للجصاص؛ سورة التوبة: ۹۰)

پس آج پوری امت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ جہاد کا نام اتنی کثرت سے، ایسی قوت سے اور اتنی مختلف سمتوں سے پکارے کہ محاذ پہ اپنا لہو پیش کرنے والا مجاہد اپنے آپ کو تنہا نہ جانے بلکہ پوری امت کو اپنی پشت پہ کھڑا محسوس کرے، اور مسلم معاشروں میں چھپے آستین کے سانپ، کفر و الحاد کے علمبردار اور ہماری گردنوں پر مسلط مرتد دشمنانِ دین اس جہادی بیداری ہی سے خوف کھا کر امتِ نبیٔ ملحمہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رستہ چھوڑ دیں۔ اور پھر یہ امت اپنی حقیقی قیادت، یعنی علمائے دین اور امرائے جہاد کی رہنمائی میں ایک بار پھر یہود و

نصاریٰ اور مشرکین سے پنجہ آزمائی کرے اور انہیں ''حطین'' کا بھولا ہوا سبق یاد دلائے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

ہم نے تلواروں سے سرکشوں اور اہلِ شرک کا علاج کیا

مصر کے ایک علاقے کی فتح کے موقع پر جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تلوار سمیت شاہی محل میں داخل ہونے لگے تو بادشاہ کے محافظوں نے آپ کے گلے سے تلوار لینے کی کوشش کی۔ آپؓ نے فرمایا:

''میں بغیر تلوار کے داخل ہونے کا نہیں۔ واپس چلا جاؤں گا مگر تلوار تن سے جدا نہ کروں گا۔ تمہیں خبر نہیں کہ ہم وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اسلام سے عزت بخشی، ایمان کے ذریعہ نصرت عطا فرمائی اور تلوار کی برکت سے مضبوط کیا۔ اور یہی تو وہ تلواریں ہیں جن کے ذریعہ ہم نے اہلِ شرک اور سرکش لوگوں کے دماغ درست کئے ہیں''۔

(فتوحِ مصر، ص۲۲، طبع کانپور)

ھی أسرع فیہم من نضح النبل

نبیٔ ملحمہ

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک نام "نَبِيُّ الْمَلْحَمَةِؐ" بیان فرمایا ہے، یعنی خونریز جنگوں والا نبی)

لوگو سنو! جنابِ رسالت مآبؐ میں — شانِ رسولِؐ صاحبِ سیف و کتاب میں

ماحی لقب، نبیؐ ملاحم کے باب میں — کرتا ہوں فکرِ مدح تو جوشِ خطاب میں

مصرع زباں پہ آتا ہے زورِ کلام سے

تلوار کی طرح سے نکل کر نیام سے

نعتِ رسولؐ کا یہ طریقہ عجب نہیں — سمجھیں عوام داخلِ حدِّ ادب نہیں

لیکن یہ طرزِ خاص مرا بے سبب نہیں — شیوہ مجاہدوں کا نوائے طرب نہیں

رائج ہزار ڈھنگ ہوں ذکرِ حبیبؐ کے

شاہیں سے مانگئے نہ چلن عندلیب کے

مانا حبیبِ خالقِ اکبر رسولؐ کو — خیر الوریٰؐ و شافعِ محشر رسولؐ کو

عین النعیمؐ، ساقیٔ کوثر رسولؐ کو — شمع و چراغِ مسجد و منبر رسولؐ کو

لیکن جو ذاتؐ مدحِ بشر سے بلند ہے

ہم سے یہ پوچھئے کہ ہمیں کیوں پسند ہے

جب بھی مجاہدوں سے پیمبرؐ کو پوچھئے — خندق کا ذکر کیجئے، خیبر کو پوچھئے

بدر و احد کے قائدِ لشکرؐ کو پوچھئے — یا غزوۂ تبوک کے سرورؐ کو پوچھئے

ہم کو حنین و مکّہ و موتہ بھی یاد ہیں

ہم امتیٔ بانیٔ رسمِ جہاد ہیں

رسمِ جہاد حق کی اقامت کے واسطے — کمزور و ناتواں کی حمایت کے واسطے

خیر و فلاح و امن و عدالت کے واسطے — خیر الممات مرگِ شہادت کے واسطے

لڑتے ہیں جس کے شوق میں ہم جھوم جھوم کر

پیتے ہیں جامِ مرگ کو بھی چوم چوم کر

لاکھوں درود ایسے پیمبرؐ کے نام پر جو حرفِ لاتخف سے بناتا ہوا نڈر
اک جاوداں حیات کی بھی دے گیا خبر یعنی خدا کی راہ میں کٹ جائے سر اگر

ہم کو یقین ہے، کبھی مرتے نہیں ہیں ہم
اوراس لئے کسی سے بھی ڈرتے نہیں ہیں ہم

توپ وتفنگ و دشنہ وخنجر،صلیب و دار ڈرتے نہیں کسی سے محمدؐ کے جاں نثار
ماں ہے ہماری امِ عمارہؓ سی ذی وقار ہم ہیں ابو دجانہؓ و طلحہؓ کی یادگار

''کافر رہے یا میں رہوں''، یہ ٹھان لیتے ہیں
ناموسِ مصطفیٰؐ پہ یونہی جان دیتے ہیں

ایسے یقیں نہ آئے تو پیرانِ خانقاہ با خرقہٗ و کلاہ و مریدانِ بارگاہ
اک دن ہمارے ساتھ چلو سوئے رزمگاہ تم کو دکھائیں طرفہ تماشا خدا گواہ

دیتے ہیں کیسے جان، کٹاتے ہیں کیسے سر
پڑھتے ہوئے درود، محمدؐ کے نام پر

شاعر: رحمٰن کیانی

الولاء والبراء

مسلمانوں کے تعلقات کی اساس؛ لا الٰہ الا اللہ

سید قطب شہیدؒ

ترجمانی و عنوانات: مولانا عبداللطیف

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی وحدت کی بنیاد کلمہ ٔ لا الٰہ الا اللہ کو قرار دیا ہے۔ یہی وہ پاکیزہ کلمہ ہے جس کے زبانی اقرار، قلبی تصدیق اور عملی متابعت کے نتیجے میں اقصائے مغرب میں رہنے والا ایک شخص مشرق میں رہنے والے تمام مسلمانوں کا، ایک سیاہ فام شخص تمام سفید فام مسلمانوں کا اور ایک عجم کا باشندہ تمام عالمِ عرب کا بھائی قرار پاتا ہے۔ اسلام کی عطا کردہ اس اساسِ توحید ہی پر ایک ''امت'' تشکیل پاتی ہے اور امت کا ہر فرد، خواہ وہ عراقی ہو یا فلسطینی، صومالی ہو یا الجزائری، شیشانی ہو یا بوسنیائی، افغانی ہو یا کشمیری، اس کا مستحق قرار پاتا ہے کہ باقی امت اس سے محبت رکھے، اس کی مدد و نصرت کرے، کفار کے بالمقابل اس کا دفاع کرے اور اسے اپنی جانوں پہ مقدم جانے۔ جب تک مسلمانوں نے ''امت'' کے اس تصور کو یاد رکھا اور باہم موالات و وفاداری نبھاتے رہے، اللہ رب العزت کی نصرتیں بھی ان کے ساتھ رہیں اور کفار بھی ان کے مقابل نہ ٹک سکے۔ لیکن جب مسلمان عرب و ترک قومیتوں میں بٹ گئے تو کفار کے لیے بھی خلافتِ عثمانیہ کو ڈھانا اور امت کو مغلوب کرنا سہل ہو گیا۔ پھر غلبہ پا لینے کے بعد یہود و نصاریٰ نے اس امت کو تقسیم در تقسیم کیا، کبھی سائیکس پیکو اور کبھی ریڈ کلف ایوارڈ کے ذریعے مصنوعی سرحدات کھینچیں اور ایک عقیدے کے حامل مسلمانوں کو جو کبھی ایک خلافت تلے ایک امت کے طور پر اکٹھے تھے، کم و بیش ۵۷ ریاستوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر یہود و نصاریٰ نے جن مرتد حکمرانوں اور ان کی محافظ افواج کو ان ریاستوں کا نظام سنبھالنے کی ذمہ داری تھمائی، انہوں نے نہایت محنت و عرق ریزی سے ذرائع ابلاغ اور نصاب ہائے تعلیم کے ذریعے مسلمانوں کے سینے سے ایمانی اخوت کا جذبہ نوچا اور انہیں ان مصنوعی سرحدات کی بنیاد پر دوستی و دشمنی نبھانے کا سبق پڑھایا۔ پس یہ انہی خفیہ و علانیہ سازشوں کا تسلسل ہے کہ آج 'پاکستانی' طالبان اور 'غیر ملکی' مجاہدین میں فرق کرنے کی صدائیں بلند کی جا رہی ہیں، گویا رب کی خاطر پوری دنیا سے ہجرت کر کے آنے والے اور دفاعِ امت کا پرچم بلند کرنے والے مجاہدین کا خون بھی اب مباح ہو گیا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ! اسی طرح یہ بھی انہی وطن پرستانہ کفریہ نظریات کا کرشمہ ہے کہ افغانستان میں جہاد کے فضائل بیان کرنے والے بھی آج پاکستان کے اندر جہاد کو حرام قرار دے رہے ہیں۔ کیا جو جہاد جلال آباد تک فرض ہے، وہی طورخم سرحد پار کرتے ہی حرام ہو جاتا ہے؟ بلاشبہ اسلام ایسی تمام خرافات سے بری ہے! ذیل میں سید قطب شہیدؒ کے ایک مضمون کا اقتباس دیا جا رہا ہے جو انہی باطل نظریات کی قلعی کھول کر اسلام کے عطا کردہ الہامی عقائد و تصورات کو واضح کرتا ہے۔ اللہ ہمیں اپنے دین کا فہمِ صحیح نصیب فرمائے، آمین! (مدیر)

باہمی تعلقات کی جاہلی اساس

جاہلی نظریات کبھی تو خون و نسب اور زمین و وطن کے نام پر لوگوں کو جمع کرتے ہیں؛ کبھی یہ قوم، خاندان، رنگ و نسل اور زبان کے نعرے لگا کر مجمع اکٹھا کرتے ہیں اور کبھی مشترکہ مفادات و اہداف اور مشترک تاریخ جیسی چیزیں ان کے باہمی تعلقات کی اصل اساس قرار پاتی ہیں۔ یہ تمام تصورات جدا جدا یا مشترکہ، ہر دو

صورتوں میں جاہلی تصورات ہی کہلائیں گے کیونکہ یہ اسلامی تصورات کے سراسر مخالف ہیں۔ اسلام تو مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی اساس کلمہ لا الٰہ الا اللہ...... یعنی عقیدۂ توحید ہی کو قرار دیتا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ کی خاطر باپ سے قطعِ تعلق

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جاہلی تعلقات وروابط کی بہت سی مثالیں بیان کی ہیں جن کی روشنی میں رشتۂ توحید نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ باپ اور بیٹے کے تعلق کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے والد کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا. اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا. يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا. يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا. يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا. قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا. قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا. وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا. فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا. وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ (مریم: ۴۱-۵۰)

''اور اس کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا تذکرہ کیجئے، یقیناً وہ سچے نبی تھے۔ اس وقت کو یاد کیجئے جب کہ انہوں نے اپنے والد سے کہا: اے میرے ابوجان! آپ ایسے بتوں کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی آپ کو کسی قسم کا کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ اے ابوجان! یقیناً میرے پاس وہ علم آچکا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا، لہٰذا میری پیروی کیجئے، میں سیدھے رستے کی طرف آپ کی رہنمائی کروں گا۔ اے ابوجان! شیطان کی عبادت مت کیجئے، کیونکہ شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اے میرے ابوجان! بے شک مجھے اس بات کا خوف ہے کہ آپ کو رحمٰن کا عذاب آ پکڑے اور آپ شیطان کے دوست بن جائیں۔ (تو ابراہیمؑ کے والد نے) کہا: اے ابراہیمؑ! کیا تو میرے معبودوں سے بے رغبتی اختیار کرتا ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے (پتھروں کے ساتھ) رجم کر دوں گا، یا تو مجھے عمر بھر کے لیے چھوڑ دے۔ تو ابراہیمؑ نے فرمایا: سلام علیک (یعنی میں آپ کو

الوداع کہتا ہوں) البتہ میں آپ کے لیے اپنے رب سے استغفار ضرور کروں گا، بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ میں آپ سے اور اللہ کے سوا جسے بھی آپ پکارتے ہیں، ان تمام معبودوں سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں اور اپنے رب کو پکارتا ہوں، امید ہے کہ میں اپنے پروردگار کو پکار کر محروم نہ رہوں گا۔ پس جب ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اور ان کے معبودانِ باطلہ کو، جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے، چھوڑ دیا تو ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب سے نوازا، اور ان میں سے ہر ایک کو نبوت سے سرفراز کیا، اور ہم نے انہیں اپنی رحمت عطا فرمائی اور ان کا بلند تذکرۂ خیر دنیا میں چھوڑ دیا''۔

لا الٰہ الا اللہ کی خاطر قوم سے عداوت

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر امتِ مسلمہ کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا اسوہ پیش کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ﴾ (الممتحنة: ۴)

''یقیناً تمہارے لیے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: بے شک ہم تم سے اور جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو ان تمام معبودوں سے بیزار و لاتعلق ہیں۔ ہم تمہارا انکار کرتے ہیں اور ہمارے تمہارے درمیان نفرت و دشمنی ہمیشہ کے لیے ظاہر ہو چکی ہے یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ''۔

لا الٰہ الا اللہ کی خاطر ترکِ دیار

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے اس رویے کو بھی بطورِ نمونہ پیش کیا جو انہوں نے اپنی قوم، برادری اور سرزمین کے ساتھ روا رکھا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا. اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا. فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا. ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا. نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى.

وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْقَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا. هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا. وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا﴿ (الکھف: ۹-۱۶)

’’کیا تم سمجھتے ہو کہ غار اور کتبے والے ہماری بڑی عجیب نشانیوں میں سے تھے؟ جب وہ چند نو جوان غار میں پناہ گزیں ہوئے اور انھوں نے کہا کہ: اے پروردگار! ہم کو اپنی رحمتِ خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کر دے، تو ہم نے انھیں اسی غار میں تھپک کر سالہا سال کے لئے سلا دیا۔ پھر ہم نے انھیں اٹھایا تا کہ دیکھیں ان کے دو گروہوں میں سے کون اپنی مدتِ قیام کا ٹھیک شمار کرتا ہے۔ ہم ان کا اصل قصہ تمہیں سناتے ہیں۔ وہ چند نو جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں اور بڑھا دیا تھا۔ ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیئے جب وہ اٹھے اور انھوں نے یہ اعلان کر دیا کہ ہمارا رب تو بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو بالکل بیجا بات کریں گے۔ (پھر انھوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا:) یہ ہماری قوم تو ربِ کائنات کو چھوڑ کر دوسرے خدا بنا بیٹھی ہے۔ یہ لوگ ان کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟ آخر اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ اب جبکہ تم ان سے اور ان کے معبودانِ غیر اللہ سے بے تعلق ہو چکے ہو تو چلو اب فلاں غار میں چل کر پناہ لو۔ تمہارا رب تم پر اپنی رحمت کا دامن وسیع کرے گا اور تمہارے کام کے لئے سروسامان مہیا کر دے گا‘‘۔

لا الٰہ الا اللہ کی خاطر دوستی و دشمنی

انبیائے کرامؑ اور اہلِ ایمان کی مثالوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے گزشتہ زمانوں میں قافلۂ ایمان و یقیں کی نشاندہی فرما دی ہے۔ ان مثالوں کے ذریعے امتِ مسلمہ کے لیے نشان ہائے راہ متعین ہوتے ہیں اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ ایک مسلم معاشرہ لا الہ الا اللہ کے سوا کسی نظریے پر قائم نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر دوٹوک اور واضح انداز میں اس کلمے پر قائم رہنے اور اسی کی بنیاد پر باہمی رشتے استوار کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ بطورِ نمونہ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَآءَ هُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (المجادلة: ۲۲)

''اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ ایسا نہ پائیں گے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت کرتے ہوں، اگرچہ وہ ان کے آباء و اجداد، بیٹے، بھائی یا خاندان والے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی روح (نور و معرفت) کے ذریعے ان کی تائید کی ہے اور وہ انہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیش ہمیش وہ ان میں رہیں گے، اللہ ان سے راضی اور یہ اللہ سے راضی۔ یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں۔ سن لو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی کامیاب و کامران ہوگا''۔

اور فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ (الممتحنة: ۱)

''اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف محبت کے پیغام بھیجتے ہو جبکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا۔ اور وہ لوگ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تمہیں صرف اس بنیاد پر نکالتے ہیں کہ تم اس اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا پروردگار ہے۔ اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا جوئی کے لیے گھروں سے نکلے ہو (تو پھر میرے دشمنوں کو دوست مت بناؤ) تم ان کی طرف محبت کے خفیہ پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں تمہارے ظاہر اور مخفی تمام امور سے آگاہ ہوں اور تم میں سے جس نے بھی ایسا کیا تو یقیناً وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا''۔

اور فرمایا:

﴿لَنۡ تَنۡفَعَكُمۡ اَرۡحَامُكُمۡ وَ لَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَفۡصِلُ بَيۡنَكُمۡ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ﴾ (الممتحنة: ۳)

''تمہارے قریبی رشتہ دار اور تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ہرگز کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے، (اللہ تعالیٰ) تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے''۔

اور فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡۤا اٰبَآءَكُمۡ وَاِخۡوَانَكُمۡ اَوۡلِيَآءَ اِنِ اسۡتَحَبُّوا الۡكُفۡرَ عَلَى الۡاِيۡمَانِ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ﴾ (التوبة: ۲۳)

''اے ایمان والو! اگر تمہارے آباء اور تمہارے بھائی ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کرتے ہوں تو انہیں دوست مت بناؤ، اور تم میں سے جس نے بھی ایسا کیا تو یہی لوگ ظالم ہوں گے''۔

اور فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡيَهُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوۡلِيَآءَ ‌ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ‌ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ‌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ (المآئدة: ۵۱)

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جس نے بھی ان سے دوستی رکھی تو یقیناً وہ بھی انہی میں سے ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا''۔

اسلامی معاشرے کے قیام کی بنیاد؛ لا الٰہ الا اللہ

درج بالا آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اس مضبوط و پائیدار بنیاد کو واضح کیا ہے جس پر اسلامی معاشرہ تشکیل پاتا ہے، جو اس معاشرے کو ایک باقاعدہ وجود مہیا کرتی ہے اور جو اسے قدیم و جدید کفری معاشروں سے ممتاز کرتی ہے۔ پس اب اسلام میں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس چنیدہ امت کے لیے اکٹھا ہونے کی جو بنیاد فراہم کر دی ہے اسے چھوڑ کر کسی دوسرے نظریے پر ایک معاشرہ تشکیل دیا جائے اور پھر اسے اسلامی معاشرہ قرار دینے کی جسارت کی جائے۔ آج بعض لوگ اسلام کا زبانی دعویٰ کرنے کے باوجود مسلم معاشروں کو اسلام کی مقرر کردہ اساس، عقیدۂ توحید سے ہٹا کر کسی اور جاہلی نظریے پر قائم کرنے

کے لیے کوشاں ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو اسلام سے آگاہ ہی نہیں اور کچھ نے جانتے بوجھتے اسلام کو گلے کا طوق سمجھ کر اتار پھینکا ہے۔ اس دوسری صنف کے دعویٔ توحید کو اسلام کسی طور تسلیم نہیں کرتا کیونکہ یہ اس عقیدے کو اپنے وجود پر منطبق ہی نہیں کرتے، بلکہ عملاً جاہلیت کو مضبوط کرنے کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اور عمل ہی دراصل اقرارِ لا الٰہ الا اللہ کی صداقت کی کسوٹی ہے۔ پس تمام داعی حضرات کے لیے لازم ہے کہ وہ یہاں ٹھہر کر طویل غور وخوض کریں کیونکہ اس مسئلے کا تعلق براہِ راست عقیدۂ توحید سے ہے۔

اسلامی معاشرت کو پارہ پارہ کرنا؛ اعدائے دین کا مستقل ہدف

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہم اس بات کا تذکرہ بھی کرتے چلیں کہ اس دین کے دشمن اس دین کے بنیادی ستونوں اور اسلامی معاشرے میں موجود قوت کے مراکز سے بخوبی آگاہ ہیں۔ ان کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآئَهُمْ﴾ (البقرۃ: ۱۴۶)

''وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی تھی، انہیں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) اس طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں''۔

پس یہ لوگ اس بات سے غافل نہیں کہ عقیدے کی اساس پر جمع ہونا ہی اس دین کی قوت کا بنیادی راز ہے اور اسلامی معاشرے کی قوت بھی اسی میں پنہاں ہے۔ ان دشمنانِ دین کا ہدف ہے کہ اسلامی معاشرے کو بالکل منتشر کر دیا جائے؛ اسے اس حد تک کمزور کر دیا جائے کہ جس کے نتیجے میں ان کے لیے اس معاشرے پر غلبے کی راہ ہموار ہو جائے اور انہیں اس دین اور اس کے ماننے والوں کے لیے اپنے سینوں میں دبی نفرت و انتقام کی آگ ٹھنڈی کرنے کا موقع مل جائے۔ یہ تو مسلمانوں کو اپنا غلام بنانا، ان کی صلاحیتیں سلب کرنا، ان کے علاقے غصب کرنا اور ان کا مال واسباب لوٹنا چاہتے ہیں۔ یہی وہ مذموم مقاصد ہیں جن کے حصول کے لیے یہ عین اس بنیاد پر تیشہ چلا رہے ہیں جس پر اسلامی معاشرہ قائم ہے۔

قومیت و وطنیت کے نعرے؛ اسلامی معاشرے کی بنیادوں پر کاری ضرب

یہ دشمنانِ دین چاہتے ہیں کہ صرف ایک معبود کی عبادت پر مجتمع اسلامی معاشرے کو بہت سے بتوں کا پجاری بنا ڈالیں۔ یہ بت کبھی ''وطن'' کی صورت میں سامنے آتے ہیں اور کبھی ''قومیت'' کا روپ دھارتے ہیں۔ تاریخ کے مختلف مراحل میں یہ بت کبھی شعوبیت کی شکل میں ظاہر ہوئے، کبھی طورانی نسل پرستی اور کبھی عربی قومیت کے نام پر ان کی پرستش ہوئی اور کبھی یہ دیگر مختلف ناموں سے سامنے آئے۔ آج بھی بہت سے

گروہ قومیتوں اور دیگر جاہلی نظریات کے علم بلند کرکے باہم برسرِ پیکار ہیں اور اسلامی معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کے لیے مصروفِ عمل ہیں۔ حالانکہ اسلامی معاشرہ تو صرف عقیدۂ توحید کی اساس پر قائم اور احکامِ شریعت ہی کی روشنی میں منظّم ہوتا ہے۔ قومیتوں کے نعروں اور جاہلی نظریات کی اس مسلسل یلغار اور ناپاک و مسموم پروپیگنڈے کے نتیجے میں وحدتِ امت کی یہ بنیاد کمزور اور مضمحل پڑ گئی ہے اور یہ ناپاک بت ایسے مقدس اور محترم بن چکے ہیں کہ اب ان کے منکر کو اپنی قوم و ملت سے خارج اور اپنے ملکی مفادات کا دشمن اور غدار تصور کیا جاتا ہے۔

وطن پرستی و قوم پرستی کا فروغ؛ یہود و نصاریٰ کا ہتھیار

اس سلسلے میں سب سے خبیث گروہ جو ماضی اور حال، ہر دور میں اسلامی معاشرے کی اس مضبوط ترین اور بے مثال اساس کو برباد کرنے کے درپے رہا ہے، وہ یہود کا ناپاک گروہ ہے۔ ان دشمنانِ خدا کو قومیت کے ہتھیار سے مسیحی معاشرے کو تباہ کرنے، اسے سیاسی قومیتوں پر مبنی کنائس میں بانٹ ڈالنے اور بالآخر یہود کے گرد گھیرا ڈالنے والے مسیحی حصار کو کامیابی سے توڑنے کا تجربہ بھی حاصل ہے۔ اور پھر (سقوطِ خلافتِ عثمانیہ کے وقت) انہوں نے اسی ہتھیار کے ذریعے اس اسلامی حصار کو چاک کیا جو اس ناشکری قوم کے گرد گھیرا تنگ کر چکا تھا۔

اس سعیٔ نامشکور میں صلیبی بھی پیچھے نہیں رہے۔ انہوں نے بھی صدیوں تک قومیت، نسل پرستی اور وطنیت کے نعروں کو ہوا دے کر اسلامی معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کیا اور اس کے نتیجے میں انہیں دینِ اسلام اور اس کے ماننے والوں کے متعلق اپنا پرانا کینہ نکالنے کا موقع ملا۔ پھر انہوں نے اس امت کو ٹکڑوں میں بانٹ کر اسے یورپی صلیبی یلغار اور عالمگیر استعماری عزائم کے سامنے سرنگوں کیا۔ یقیناً یہود و نصاریٰ قومیت و وطنیت کے اس ہتھیار کو استعمال کرنے سے باز نہیں آئیں گے یہاں تک کہ اللہ کے حکم سے قومیت کے یہ خبیث اور ملعون بت ٹوٹ جائیں، اور اسلامی معاشرہ نئے سرے سے اپنی اصل اساس پر قائم ہو۔ **(عجل الله هذا الأمر!)**

راہِ نجات؛ عقیدۂ توحید سے مضبوط وابستگی

یہاں ہم یہ بات بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ امت اس وقت تک کلی طور پر بت پرستی کی اس جدید شکل اور عصرِ حاضر کی اس جاہلیت سے آزاد نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ صرف ایک عقیدۂ توحید کی اساس پر جمع نہیں ہو جاتی۔ نیز جب تک یہ عقیدہ ہمارے تمام تر تصورات اور ہماری اجتماعی زندگی پر حاوی اور قائم نہیں ہو جاتا، تب تک اللہ تعالیٰ کی بندگی کا مکمل قیام ممکن نہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایک ہی مقدس ترین ہستی تمام تر تقدیس

کی سزاوار ہو نہ کہ بہت سے خود تراشیدہ 'مقدس' بت؛ ایک ہی پہچان ہو نہ کہ متعدد پہچانیں اور ایک ہی قبلہ ہو بجائے اس کے کہ شرق وغرب میں متعدد قبلے گھڑ لیے جائیں۔

شرک وبت پرستی کی جدید صورتوں کا خاتمہ

نیز یہ بات بھی یادرکھنی چاہیے کہ بت پرستی صرف پتھر کی مورتیوں یا دیومالائی معبودوں کی پرستش کا نام نہیں۔ اس کی تو بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں، بالکل اسی طرح جیسے پتھر کے بتوں کی کئی مختلف شکلیں اور دیومالائی معبودوں کے کئی مختلف نام ہوسکتے ہیں۔ اور بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ اسلام پتھر کی مورتیوں سے نجات دلانے کے بعد لوگوں کو نسل پرستی، قومیت، وطنیت اور ان جیسے دیگر بتوں کی پرستش کی اجازت دے تاکہ لوگ ان جدید بتوں کے نام پر اکٹھے ہوں اور ان کے جھنڈے تلے جنگیں لڑیں۔ ہرگز نہیں! بلکہ اسلام تو لوگوں کو صرف ایک اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اسی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا درس دیتا ہے۔

امتِ مسلمہ اور امتِ کافرہ کی الٰہی تفریق

اسی وجہ سے پوری انسانی تاریخ میں اسلام نے لوگوں کو دو امتوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک امت مسلمانوں کی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اپنے زمانوں میں اپنے رسولوں کے تابعدار رہے، یہاں تک کہ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے لیے مبعوث ہوئے، اور اب فقط آپؐ کے پیروکاروں کو امتِ مسلمہ کہا جائے گا۔ اور دوسری امتِ کفر ہے جو ہر زمانے میں مختلف شکل وصورت کے بتوں اور طاغوت کے پجاریوں پر مشتمل رہی ہے۔

اسلام میں امت کا تصور

امتِ مسلمہ ہر زمانے میں موجود اور ایک ہی شناخت کی حامل رہی ہے، اور زمانی اختلاف کے باوجود بھی یہ ایک ہی رشتے میں باہم مربوط اور منسلک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جب اس امت کی پہچان کروانا چاہی تو یہی بتلایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہر زمانے میں انبیاء ورسل علیہم السلام کی پیروی اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں اس امت کے گزشتہ طبقات کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

﴿اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الأنبیآء: ۹۲)

''بے شک یہی تمہاری امت ہے، جو (دراصل) ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، پس میری عبادت کرو''۔

یوں اللہ تعالیٰ نے قومیت و وطنیت کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا، اور اپنی اطاعت اور اپنے انبیاء ورسل کی پیروی

کرنے والوں کو (بلا تفریقِ زمان و مکان، رنگ و نسل اور قوم و وطن) ایک ہی امت قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے عربوں سے یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری امت امتِ عربی ہے اور چاہے تم اسلام پر قائم رہو یا کفر اختیار کرلو، ہر صورت میں تم اس امت کے ساتھ منسلک رہو گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہود سے یہ نہیں کہا کہ تمہاری امت بنی اسرائیل یا عبرانی ہے اور اسلام و جاہلیت دونوں صورتوں میں تم اسی امت میں شمار کیے جاؤ گے۔ نہ سلمانِ فارسیؓ سے یہ کہا گیا کہ تمہاری امت فارسی امت ہے، نہ صہیبؓ رومی سے کہا گیا کہ تم رومی امت سے تعلق رکھتے ہو اور نہ ہی بلال حبشیؓ سے کہا گیا کہ تمہاری امت حبشی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے عرب، فارس، روم اور حبشہ وغیرہ سے تعلق رکھنے والے تمام مسلمانوں سے یہی فرمایا کہ تمہارا تعلق اس امت کے ساتھ ہے جو موسیٰ، ہارون، ابراہیم، لوط، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، اسماعیل، ادریس، ذوالکفل، ذوالنون، زکریا، یحییٰ اور عیسی بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانوں میں دل کی گہرائیوں کے ساتھ اسلام لائی، جیسا کہ سورۃ الانبیاء کی آیت ۴۸ تا ۹۱ میں مذکور ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بیان کردہ تعریف کے مطابق تو یہی مسلمانوں کی امت ہے۔ پس اگر کوئی شخص اللہ کے بتلائے ہوئے طریقِ کار سے ہٹ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو وہ یقیناً خود کو امتِ مسلمہ کی صف سے نکال کر صفِ کافراں میں لے جا کھڑا کرے گا۔ البتہ ہم اور آپ جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے ہی اسلام لائے ہیں، ہم تو اس امت کے سوا کسی امت کو نہیں جانتے اور نہ جاننا چاہتے ہیں کیونکہ اللہ ہی حق بیان فرماتا ہے اور وہی بہترین بیان کرنے والا ہے......!''

(طريق الدعوة في ظلال القرآن، مرتبہ: احمد فائز)

إن من الشعر حكمة

صنمِ وطنیت

(علامہ محمد اقبالؒ کی شہرۂ آفاق نظم)

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور ساقی نے بنا کی روشِ لطف وستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے غارت گرِ کاشانۂ دینِ نبویؐ ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی! خاک میں اس بت کو ملا دے

ہو قیدِ مقامی تو نتیجہ ہے تباہی رہ بحر میں آزادِ وطن صورتِ ماہی
ہے ترکِ وطن سنتِ محبوبِ الٰہیؐ دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشادِ نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

اقوامِ جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے

اقوام میں مخلوقِ خدا بٹتی ہے اس سے
قومیتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

إن الحكم إلا لله

جمہوریت کومشرف بہ اسلام کرنا صریحاً غلط ہے

مولانا یوسف لدھیانویؒ

قبولِ حق میں اساسی رکاوٹ؛ باطل نظریات کی مقبولیت

بعض غلط نظریات قبولیتِ عامہ کی ایسی سند حاصل کر لیتے ہیں کہ بڑے بڑے عقلاء اس قبولیتِ عامہ کے آگے سر ڈال دیتے ہیں، وہ یا تو ان غلطیوں کا ادراک ہی نہیں کر پاتے یا اگر ان کو غلطی کا احساس ہو بھی جائے تو اس کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہیں کر سکتے۔ دنیا میں جو بڑی بڑی غلطیاں رائج ہیں، ان کے بارے میں اہلِ عقل اسی المیے کا شکار ہیں۔ مثلاً ''بت پرستی'' کو لیجئے! خدائے وحدہ لاشریک کو چھوڑ کر خود تراشیدہ پتھروں اور مورتیوں کے آگے سربسجود ہونا کس قدر غلط اور باطل ہے۔ انسانیت کی اس سے بڑھ کر توہین و تذلیل کیا ہوگی کہ انسان کو، جو اشرف المخلوقات ہے، بے جان مورتیوں کے سامنے سرنگوں کر دیا جائے اور اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہوگا کہ حق تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کو شریکِ عبادت کیا جائے۔ لیکن مشرک معاشرے کے عقلاء کو دیکھو کہ وہ خود تراشیدہ پتھروں، درختوں، جانوروں وغیرہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ تمام تر عقل و دانش کے باوجود ان کا ضمیر اس کے خلاف احتجاج نہیں کرتا اور نہ وہ اس میں کوئی قباحت محسوس کرتے ہیں۔

جمہوریت کو اسلامیانے کی لغو کوششیں

اسی غلط قبولیتِ عامہ کا سکہ آج ''جمہوریت'' میں چل رہا ہے۔ جمہوریت دورِ جدید کا وہ صنمِ اکبر ہے جس کی پرستش اول اول دانایانِ مغرب نے شروع کی۔ چونکہ وہ آسمانی ہدایت سے محروم تھے، اس لئے ان کی عقلِ نارسا نے دیگر نظام ہائے حکومت کے مقابلے میں جمہوریت کا بت تراش لیا۔ اور پھر اس کو مثالی طرزِ حکومت قرار دے کر اس کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ پوری دنیا میں اس کا غلغلہ بلند ہوا، یہاں تک کہ مسلمانوں نے بھی تقلیدِ مغرب میں جمہوریت کی مالا جپنی شروع کر دی۔ کبھی یہ نعرہ بلند کیا گیا کہ ''اسلام جمہوریت کا علم بردار ہے'' اور کبھی ''اسلامی جمہوریت'' کی اصطلاح وضع کی گئی۔ حالانکہ مغرب ''جمہوریت'' کے جس بت کا پجاری ہے، اس کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اسلام کے سیاسی نظریہ کی ضد ہے۔ اس لئے اسلام کے ساتھ جمہوریت کا پیوند لگانا اور جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کرنا صریحاً غلط ہے۔

اسلام میں خلافت کا تصور

سب جانتے ہیں کہ اسلام نظریۂ خلافت کا داعی ہے جس کی رو سے اسلامی مملکت کا سربراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی زمین پر احکامِ الٰہیہ کے نفاذ کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ مسند الہند حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ خلافت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

مسئلہ در تعریف خلافت: **''هي الرياسة العامة في التصدي لإقامة الدين بإحياء العلوم الدينية وإقامة أركان الإسلام والقيام بالجهاد وما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفرض للمقاتلة وإعطائهم من الفيء والقيام بالقضاء وإقامة الحدود ورفع المظالم والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر نيابة عن النبي صلي الله عليه وسلم''.**

''خلافت کے معنی ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں دین کو قائم (اور نافذ) کرنے کے لئے مسلمانوں کا سربراہ بننا، دینی علوم کو زندہ رکھنا، ارکانِ اسلام کو قائم کرنا اور متعلقاتِ جہاد کا انتظام کرنا مثلاً لشکروں کا مرتب کرنا، مجاہدین کو وظائف دینا اور مالِ غنیمت ان میں تقسیم کرنا، قضا و عدل کو قائم کرنا، حدودِ شرعیہ نافذ کرنا اور مظالم رفع کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا''۔

جمہوریت کی تعریف

اس کے برعکس جمہوریت میں عوام کی نمائندگی کا تصور کارفرما ہے، چنانچہ جمہوریت کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

''جمہوریت وہ نظامِ حکومت ہے جس میں عوام کے چنے ہوئے نمائندوں کی اکثریت رکھنے والی جماعت حکومت چلاتی ہے اور عوام کے سامنے جواب دہ ہوتی ہے''۔

خلافت اور جمہوریت کے درمیان اساسی تضادات

گویا اسلام کے نظامِ خلافت اور مغرب کے تراشیدہ نظامِ جمہوریت کا راستہ پہلے ہی قدم پر الگ الگ ہو جاتا ہے، چنانچہ:

☆ خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا تصور پیش کرتی ہے، اور جمہوریت عوام کی نیابت کا تصور پیش کرتی ہے۔

☆ خلافت مسلمانوں کے سربراہ پر اقامتِ دین کی ذمہ داری عائد کرتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ

کا دین قائم کیا جائے، اور اللہ کے بندوں پر (اور) اللہ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نظامِ عدل کو نافذ کیا جائے، جبکہ جمہوریت کو نہ خدا اور رسول سے کوئی واسطہ ہے، نہ دین اور اقامتِ دین سے کوئی غرض ہے، اس کا کام عوام کی خواہشات کی تکمیل ہے اور وہ ان کے منشاء کے مطابق قانون سازی کی پابند ہے۔

☆ اسلام منصبِ خلافت کے لئے خاص شرائط عائد کرتا ہے مثلاً مسلمان ہو، عاقل و بالغ ہو، سلیم الحواس ہو، مرد ہو، عادل ہو، احکامِ شرعیہ کا عالم ہو، جبکہ جمہوریت ان شرائط کی قائل نہیں۔ جمہوریت یہ ہے کہ جو جماعت بھی عوام کو سبز باغ دکھا کر اسمبلی میں زیادہ نشستیں حاصل کرلے، اسی کو عوام کی نمائندگی کا حق ہے۔ جمہوریت کو اس سے بحث نہیں کہ عوامی اکثریت حاصل کرنے والے ارکان مسلمان ہیں یا کافر، نیک ہیں یا بد، متقی و پرہیزگار ہیں یا فاجر و بدکار، احکامِ شرعیہ کے عالم ہیں یا جاہلِ مطلق اور لائق ہیں یا کندہ ناتراش۔ الغرض! جمہوریت میں عوام کی پسند و ناپسند ہی سب سے بڑا معیار ہے اور اسلام نے جن اوصاف و شرائط کا کسی حکمران میں پایا جانا ضروری قرار دیا، وہ عوام کی حمایت کے بعد سب لغو اور فضول ہیں۔ پس جو نظامِ سیاست اسلام نے مسلمانوں کے لئے وضع کیا ہے وہ جمہوریت کی نظر میں محض بے کار اور لایعنی ہے، نعوذ باللہ!

☆ خلافت میں حکمران کے لئے بالاتر قانون قرآن و سنت ہے، اور اگر مسلمانوں کا اپنے حکام کے ساتھ نزاع ہو جائے تو اس کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹایا جائے گا اور کتاب و سنت کی روشنی میں اس کا فیصلہ کیا جائے گا، جس کی پابندی راعی و رعایا دونوں پر لازم ہوگی۔ جبکہ جمہوریت کا فتویٰ یہ ہے کہ مملکت کا آئین سب سے مقدس دستاویز ہے اور تمام نزاعی امور میں آئین و دستور کی طرف رجوع لازم ہے، حتیٰ کہ عدالتیں بھی آئین کے خلاف فیصلہ صادر نہیں کرسکتیں۔

لیکن ملک کا دستور اپنے تمام تر تقدس کے باوجود عوام کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ کا کھلونا ہے۔ وہ مطلوبہ اکثریت کے بل بوتے پر اس میں جو چاہیں ترمیم و تنسیخ کرتے پھریں، کوئی ان کو روکنے والا نہیں اور مملکت کے شہریوں کے لئے جو قانون چاہیں بنا ڈالیں، کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں۔ یاد ہوگا کہ برطانیہ کی پارلیمنٹ نے دو مردوں کی شادی کو قانوناً جائز قرار دیا تھا اور کلیسا نے ان کے فیصلے پر دستخط کئے تھے، چنانچہ عملاً کلیسا کے پادری نے دو مردوں کا نکاح پڑھایا تھا، نعوذ باللہ!

حال ہی میں پاکستان کی ایک محترمہ کا بیان اخبارات کی زینت بنا تھا کہ جس طرح اسلام نے ایک مرد کو بیک وقت چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی ہے، اسی طرح ایک عورت کو بھی اجازت ہونی چاہئے کہ وہ بیک وقت چار شوہر رکھ سکے۔ ہمارے ہاں جمہوریت کے نام پر مرد و زن کی مساوات کے جو نعرے لگ رہے ہیں، بعید نہیں کہ جمہوریت کا نشہ کچھ تیز ہو جائے اور پارلیمنٹ میں یہ عنوان بھی زیر بحث آ جائے۔ ابھی گزشتہ

دنوں پاکستان ہی کے ایک بڑے مفکر کا مضمون اخبار میں شائع ہوا تھا کہ شریعت کو پارلیمنٹ سے بالاتر قرار دینا قوم کے نمائندوں کی توہین ہے، کیونکہ قوم نے اپنے منتخب نمائندوں کو قانون سازی کا مکمل اختیار دیا ہے۔ان صاحب کا یہ عندیہ ''جمہوریت'' کی صحیح تفسیر ہے، جس کی رو سے قوم کے منتخب نمائندے شریعتِ الٰہی سے بھی بالاتر قرار دیئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں ''شریعت بل'' کئی سالوں سے قوم کے منتخب نمائندوں کا منہ تک رہا ہے لیکن آج تک اسے شرفِ پذیرائی حاصل نہیں ہوسکا، اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام مغربی جمہوریت کا قائل ہے؟

☆ تمام دنیا کے عقلاء کا قاعدہ ہے کہ کسی اہم معاملے میں اس کے ماہرین سے مشورہ لیا جاتا ہے۔اسی قاعدے کے مطابق اسلام نے انتخابِ خلیفہ کی ذمہ داری اہلِ حل وعقد پر ڈالی ہے جو رموزِ مملکت کو سمجھتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ اس کے لئے موزوں ترین شخصیت کون ہوسکتی ہے، جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا:

''إنما الشوریٰ للمهاجرين والأنصار''.

''(یعنی) خلیفہ کے انتخاب کا حق صرف مہاجرین وانصار کو حاصل ہے''۔

لیکن بت کدۂ جمہوریت کے برہمنوں کا ''فتویٰ'' یہ ہے کہ حکومت کے انتخاب کا حق ماہرین کو نہیں بلکہ عوام کو ہے۔ دنیا کا کوئی کام اور منصوبہ ایسا نہیں جس میں ماہرین کی بجائے عوام سے مشورہ لیا جاتا ہو، کسی معمولی سے معمولی ادارے کو چلانے کے لئے بھی اس کے ماہرین سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے۔لیکن یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ حکومت کا ادارہ (جو تمام اداروں کی ماں ہے اور مملکت کے تمام مسائل جس کے قبضے میں ہیں، اس کو) چلانے کے لئے ماہرین سے نہیں بلکہ عوام سے رائے لی جاتی ہے، حالانکہ عوام کی ننانوے فیصد اکثریت یہی نہیں جانتی کہ حکومت کیسی چلائی جاتی ہے؟ اس کی پالیسیاں کیسے مرتب کی جاتی ہیں؟ اور حکمرانی کے اصول وآداب اور نشیب وفراز کیا کیا ہیں......؟ ایک حکیم ودانا کی رائے کو ایک گھسیارے کی رائے کے ہم وزن شمار کرنا، اور ایک کندہ ناتراش کی رائے کو ایک عالی دماغ مدبر کی رائے کے برابر قرار دینا، یہ وہ تماشہ ہے جو دنیا کو پہلی بار ''جمہوریت'' کے نام سے دکھایا گیا ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۸، ص ۱۷۶)

فاسئلوا أهل الذکر

کیا جہاد کے لئے قوت میں برابری شرط ہے؟

(مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ کا ایک تاریخی خط)

مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پوتے، امیر المومنین سید احمد شہیدؒ کے رفیقِ خاص اور نہ صرف برِصغیر بلکہ عالمِ اسلام کی ایک نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔ آپؒ اپنی ذات میں علم کا ایک ایسا سمندر تھے جو دینِ اسلام کے بہت سے شعبوں کا احاطہ کئے تھا۔ ساتھ ہی آپؒ توفیقِ الٰہی سے عمل کی ایسی رفعت و بلندی پر فائز تھے جو بہت ہی کم افراد کو عطا ہوتی ہے۔ آپؒ تیرہویں صدی ہجری میں برِصغیر میں اسلام و مسلمانوں پر انگریزوں، سکھوں اور دیگر کفری اقوام کے تسلط کے خلاف سید احمد شہیدؒ کی قیادت میں اٹھنے والی عظیم تحریکِ جہاد کے روحِ رواں اور سرگرم قائد و سپہ سالار تھے۔ ایک جانب آپ نے برِصغیر کے کونے کونے میں احیائے دین اور اصلاحِ امت کی تعلیم پہنچائی تو دوسری جانب محاذوں پر صفِ اوّل میں کھڑے ہو کر کفار کے مقابل مجاہدین کی سپہ سالاری فرمائی۔ پھر جب سید احمد شہیدؒ کی امامت میں اسلامی امارت قائم ہوئی تو آپ نے ذمہ دار کی حیثیت سے زندگی کے ہر لمحے کو وہاں کھپا دیا۔ ہجرت و جہاد اور تمکین کے اس تمام دور میں شاید ہی کوئی آرام کی گھڑی آپ کی قسمت میں آئی ہو، نہ دن میں فراغت نہ شب میں استراحت۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت و اطاعت اور دینِ اسلام کے احیاء و قیام کے لئے مسلسل عزیمت کی راہ پر مشقتوں کا سفر کرتے رہے، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ علم کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا میں کلمۂ توحید کی سربلندی اور کلمۂ کفر و کفار کی سرنگونی و بیخ کنی ہے اور اس علم پر عمل کی انتہا تو مرتبۂ شہادت سے سرفرازی ہی ہے۔ لہٰذا عالمِ اسلام کا یہ عظیم عالمِ دین ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ کو بالاکوٹ کے مقام پر اپنے بے مثال قائد کے ہمراہ اس حال میں شہید ہوا کہ ہاتھ میں ننگی تلوار تھی، کندھے پر بندوق تھی اور پیشانی مبارک سے رِستی خون کی بوندیں چہرے اور داڑھی کو رنگین کئے جا رہی تھیں، اور رہتی دنیا تک یہ پیغام دے رہی تھیں کہ علم کا مدعا اور اس کی ابتدا و انتہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرامؓ اور اسلافؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے عزیمت کی راہ کو اپنانا اور اس میں متاعِ جان کو کھپانا ہے۔

ذیل میں آپؒ کے خط کا ایک حصہ پیش کیا جا رہا ہے جو آپ نے محاذ پر قیام کے دوران ہندوستان میں اپنے ایک رفیق میر شاہ علی صاحب کو لکھا تھا۔ اس خط میں آپ نے امیر المجاہدین سید احمد شہیدؒ کے متعلق معترضین کے مختلف اعتراضات و شبہات کا شرعی جواب دیا ہے۔ ان میں سے ایک نمایاں اعتراض یہ تھا کہ مجاہدین کو دشمنوں کے برابر طاقت حاصل نہیں ہے۔ آج بھی مجاہدین اور ان کے قائدین پر یہی اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس امریکہ، نیٹو اور ان کے مقامی اتحادیوں کے مماثل ''ٹیکنالوجی'' اور ''قوت'' موجود

نہیں اور قوت کے اس صریح عدمِ توازن کی حالت میں جہاد کرنا درست نہیں۔ لہٰذا اس کا جواب شاہ صاحبؒ کے قلم سے پیش کیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

''ہم مان لیتے ہیں کہ شوکتِ قویہ کا حاصل ہونا اہلِ شوکت کے ساتھ جہاد کرنے کی شرط ہے اور آنجناب (یعنی سید احمد شہیدؒ) کو بالفعل قوت و شوکت حاصل نہیں، لیکن میں پوچھتا ہوں کہ امامِ وقت کے لئے شوکت حاصل کرنے کا طریقہ آخر کیا ہے؟ کیا شوکت اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ ایک شخص اپنی ماں کے پیٹ سے فوجوں، لشکروں اور سامانِ جنگ کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، یا جس وقت جہاد کرنے کے لئے مستعد ہو جاتا ہے، اسی وقت فی الفور غیب سے تمام لشکر و افواج اور سامانِ جنگ عطا ہو جاتا ہے؟ یہ بات نہ کبھی ہوئی ہے اور نہ کبھی ہو سکتی ہے۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ جس طرح امام کا مقرر کرنا تمام مسلمانوں کا فرض ہے اور اس میں مداہنت موجبِ معصیت ہے، اسی طرح امامِ وقت کو قوت و شوکت فراہم کرنا بھی ان کا فریضہ ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کے گرد جمع ہو جائیں اور ہر شخص اپنی استطاعت کے مطابق سامانِ جنگ فراہم کرنے کی کوشش کرے اور اس کو امامِ وقت کے سامنے پیش کرے۔ اسی لئے آیتِ کریمہ ﴿و أعدوا لهم ما استطعتم......﴾ (۶۰:۸) اور آیت ﴿جاهدوا بأموالكم و أنفسكم......﴾ (۴۱:۹) میں تمام مسلمانوں کو خطاب تھا، نہ کہ صرف آئمہ کو۔ پس ہر وہ شخص جو کہتا ہے کہ امام کی قوت و شوکت جہاد کی شرط ہے اور یہ شوکت ہم کو حاصل نہیں، اس کو لازم ہے کہ پہلے خود آئے اور بقدرِ استطاعت سامانِ جنگ ساتھ لائے اور اس معاملے میں کسی دوسرے کی شوکت کا انتظار اصلاً جائز نہیں۔ جہاد کے معاملے میں جو تعویق و تعطیل واقع ہوگی، اس کا وبال تمام خانہ نشین اور پیچھے رہنے والے لوگوں کی گردنوں پر ہوگا۔ جس طرح نمازِ جمعہ کی ادائیگی ہر شخص پر واجب ہے اور اس کا ادا کرنا جماعت کے بغیر متصور نہیں، اور انعقادِ جماعت امام کے بغیر ممکن ہے، پس اگر ہر شخص اپنے گھر میں بیٹھا اس کا انتظار کرتا رہے کہ جس وقت امام آجائے گا، جماعت موجود ہو جائے گی، میں بھی حاضر ہو جاؤں گا تو یقیناً جمعہ کی نماز فوت ہو جائے گی اور ہر شخص گنہگار ہوگا۔ اس لئے کہ ارواحِ مقدسہ میں سے کسی امام کا اترنا اور فرشتوں کی جماعت میں سے کسی جماعت کا جمعہ قائم کرنے کے لئے آنا ہونے والی بات نہیں۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ ہر شخص اپنے گھر سے، خواہ تنہا ہو، باہر آئے اور مسجد میں چلا جائے۔ اگر جماعت مجتمع ہو تو اس میں شریک ہو جائے، ورنہ مسجد میں بیٹھا رہے اور دوسرے کا انتظار کرے۔ اگر اس نے مسجد خالی دیکھ کر اپنے گھر کا رستہ لیا تو جمعے کی جماعت و امامت قائم ہو چکی! اسی طرح لازم ہے کہ ہر شخص اگرچہ تنہا، کمزور، قلیل الاستطاعت ہو، امام کی دعوت کا آوازہ سن کر اپنے گھر سے نکل دوڑے اور جس قدر سامان میسر آسکے، اس کے

ہمراہ مسلمانوں کی جماعت میں پہنچ جائے تا کہ جہاد کے قائم ہو جانے کی صورت پیدا ہو؛ نہ یہ کہ اپنے آپ کو اللہ کے بندوں کے زمرے سے نکال کر ڈرپوک بندوں میں شامل کرے اور دینِ متین کے اس رکنِ رکین کو ہاتھ سے جانے دے، سرکش دولت مندوں کی کاسہ لیسی اور ناقصات العقل عورتوں کی کنگھی چوٹی میں مشغول رہے۔ سبحان اللہ! کیا اسلام کا حق یہی ہے کہ اس کے رکنِ اعظم کی جڑ کھود کر پھینک دی جائے اور اس شخص کو جس کے سینے میں کمزوری و ناتوانی کے باوجود اسلامی حمیت جوش مار رہی ہے، طعن و تشنیع کا ہدف بنا لیا جائے؟ یہ لوگ نصاریٰ و یہود اور مجوس و ہنود کی طرح ہیں کہ ملتِ محمدیہ ؐ کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں۔ ''محمدیت'' کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کھیل اور مذاق سے بھی جہاد کا نام لے لے تو مسلمانوں کے دل سنتے ہی پھول کی طرح کھل جائیں اور سنبل کی طرح لہلہانے لگیں اور اگر دور دراز کے مقامات سے بھی جہاد کا آوازہ اہلِ غیرت کے کانوں تک پہنچ جائے تو دیوانہ وار دشت و کہسار میں دوڑنے اور شہباز کی طرح اڑنے لگیں، نہ یہ کہ جہاد کا مسئلہ اس کے باوجود کتابِ حیض و نفاس کی تعلیم و تعلّم کے درجے سے بھی کم سمجھا جائے۔

مناسب ہے کہ ان ہواجسِ نفسانی اور وساوسِ شیطانی کو دل سے دور کریں، ایمانی غیرت و اسلامی حمیت کو جوش میں لائیں اور مردانہ وار مجاہدین کے لشکر میں داخل ہو جائیں۔ زمانے کے نشیب و فراز پر صبر کریں، دور دراز کے خیالات چھوڑ دیں اور دنیاوی تعلقات کو، جو اس مشغولیت سے مانع ہوں، خیر باد کہیں۔

مصلحت دید من آن ست کہ یاراں ہمہ کار

بگزار ند و خمِ طرۂ یارے گیرند!

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''جس نے بس ایک آخرت کے غم ہی کو اپنا غم بنایا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا کے غم میں کافی ہو گیا، اور جس کو طرح طرح کی دنیاوی فکروں نے الجھا دیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی پروا نہیں کی کہ وہ دنیا کی کس گھاٹی میں گر کر ہلاک ہوا''۔

(تاریخِ دعوت و عزیمت؛ حصہ ششم، ج ۱، ص ۵۵۶-۵۵۴)

من المؤمنین رجال صدقوا......

شہید ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ

محمد حسّان یوسفی

اللہ تعالیٰ کی سنتِ عالیہ ہے کہ جب اس کے بندے اس کی رسی کو چھوڑ بیٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ ایسے بندوں کو لے آتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ خود محبت کرتے ہیں اور وہ بھی اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب ان بندوں کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں تو پھر انھیں اتنی بلندی عطا کرتے ہیں کہ جیسے زمین کا کوئی ذرہ بلند ہو کر ستارے کی صورت اختیار کر کے آسمان کی زینت بن جائے؛ ستارہ بھی ایسا جو تمام ستاروں میں ممتاز ہو اور جس کی روشنی سب ستاروں کو مسحور کر دے۔ اسی کی مانند یہ اللہ کے بندے بھی اپنی زندگی میں اہلِ دنیا کے لئے قابلِ رشک ہوتے ہیں اور قیامت کے دن بھی باذن اللہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت میں ہوں گے۔

یہی وہ لوگ ہیں جنھیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہیں، جن کی رفاقت سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا زمزمہ دل میں رواں ہو جاتا ہے، اور جن کی زندگی کے تصور سے دنیا کی حقارت، آخرت کی فکر، شہادت کی لگن، جنت کی محبت اور دیدارِ الٰہی کا شوق اور رفاقتِ محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تڑپ شعور و لاشعور پر حاوی ہو جاتی ہے۔ انھی میں سے ایک ڈاکٹر ارشد وحیدؒ بھی تھے، جو ہم سے بچھڑ گئے۔ نحسبہ کذلک و اللّٰہ حسیبہ و لا نزکي علی اللّٰہ أحدًا!

ڈاکٹر ارشد وحیدؒ پاکستان کے شہر سکھر میں حافظ وحید اللہ خاں صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ حافظ وحید اللہ خاں صاحب کی پوری زندگی دعوت الی اللہ اور تبلیغِ دین کے فریضے کی ادائیگی میں گزری ہے اور اپنی اولاد کی تربیت کو آپ نے دوسرے کاموں پر ہمیشہ مقدم رکھا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ارشد وحیدؒ نے ایک پاکیزہ دینی ماحول میں آنکھ کھولی۔ آپ نے تعمیرِ نو ہائی اسکول سکھر سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ بچپن ہی سے دین کی طرف مائل تھے اور آپ کی طبیعت میں اسلام پسندی کی تپش موجود تھی۔ آپ کے والد آپ کے متعلق کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے انھیں نیکی کی طرف لپکنے کا غیر معمولی جذبہ عطا فرمایا تھا جو دوسرے تمام بھائیوں سے سوا تھا''۔ ایف ایس سی کے بعد آپ نے میڈیکل کی تعلیم پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد سے مکمل کی۔ عمر کے اس حصے میں آپ اپنی عصری تعلیم کے باوجود دینی فرائض سے غافل نہ رہے۔ عنفوانِ شباب میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے قرب کے حصول میں مشغول رہتے۔ ساتھ ہی ساتھ دعوت کے فریضے کو بھی بخوبی انجام دیتے، حتیٰ کہ

اپنے ساتھیوں کو نمازوں میں تساہل نہ کرنے دیتے اور ان کے کمروں میں جا جا کر انھیں اس امر کی تلقین کرتے۔ اس کے علاوہ نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہوئے کالج میں محافلِ موسیقی اور اس جیسی دیگر خرافات کو بھی روکنے کی سعی کرتے تھے۔

دریں اثناء افغانستان کے کہساروں میں روسی دیو مجاہدینِ اسلام کے ہاتھوں شکستِ فاش سے دوچار تھا اور نیم بسمل حالت میں اپنی بقاء کے لئے فرار کی کوشش کر رہا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر ارشد وحیدؒ نے فریضۂ جہاد کی ادائیگی کی غرض سے افغانستان کے جہاد و مجاہدین کی نصرت کی۔ یہ امر تو آپ پر اس وقت بھی واضح تھا کہ باقی عبادات کی طرح جہاد بھی اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ عبادت ہے، اور افضل ترین عبادات میں سے ہے، اور آپ جانتے تھے کہ بندۂ مومن کے پاس شریعت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا آپ نے جہادِ افغانستان کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر جہادِ کشمیر کی جانب اپنا رخ کر لیا اور مجاہدین سے طبی و مالی تعاون کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سوزِ دل سے نوازا تھا اور ساتھ ہی زبان و بیان بھی دل سوز عطا کیا تھا، چنانچہ آپ دعوت الی الخیر اور دعوت الی الجہاد میں پوری شد و مد سے مصروف رہے۔ اس ضمن میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ آپ بلا کے شجاع و دلیر تھے اور حق کی خاطر ڈٹ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ڈاؤ میڈیکل کالج کراچی میں ایم کیو ایم کے بے دین غنڈوں کے ساتھ جھگڑا ہوا اور نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ اس لڑائی میں آپؒ کو گولیاں لگیں جس سے آپ کا ایک گردہ ضائع ہو گیا اور کچھ آنتیں بھی چھیدی گئیں۔

پھر جب ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو مجاہدین نے امریکہ کو کاری ضرب لگائی تو امریکہ بدمست ہاتھی کی طرح افغانستان کی امارتِ اسلامیہ پر حملہ آور ہوا اور وحشت و سربریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ٹام ہاک اور ڈیزی کٹر بم برسا کر مسلمانوں کو بے دریغ قتل کیا۔ اس سارے منظر نامے میں پاکستان کی حکومت، فوج اور خفیہ ایجنسیوں کا مکروہ چہرہ بھی کھل کر سامنے آ گیا جب انھوں نے اس حملے کے لئے امریکہ کو اپنی زمین اور وسائل مہیا کئے۔ ڈاکٹر ارشدؒ اپنے مسلمان بھائیوں کو اس حال میں دیکھ کر انتہائی بے چین ہو گئے اور دینی حمیت و ایمانی غیرت نے آپ کو بیٹھنے نہ دیا۔ آپؒ پاکستان اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن کی طرف سے طبی امداد لے کر افغانستان گئے۔ طورخم میں ایک ڈسپنسری کا انتظام سنبھالا، اور پھر آگے جلال آباد اور کابل روانہ ہو گئے۔ کابل پہنچ کر مسلمانوں میں ادویات اور دیگر اشیاء تقسیم کیں، اور خطِ اول پر ایک ہسپتال کا انتظام سنبھالا۔ تاہم اس سے پہلے کہ آپ مزید انتظامات کرتے کابل پر امریکی قبضہ ہو گیا اور آپ بادلِ ناخواستہ کابل چھوڑ کر واپس آ گئے۔ یہ حالات دیکھ کر آپ کا دردِ دل مزید بڑھتا گیا، چنانچہ آپ نے اِس دفعہ جنوبی افغانستان کا رخ کیا جہاں ابھی جنگ جاری تھی۔ آپ کو چمن سرحد پر قائم طبی مرکز کا امیر بنا دیا گیا۔ آپ نے پانچ ماہ تک سپین بولدک اور

قندھار کے علاقوں میں طبی خدمات انجام دیں اور وہاں مجاہدین و مہاجرین کے علاج معالجے میں مصروف رہے۔ اس تمام عرصہ میں جہاں آپ نے صلیبی اقوام کی مسلمانوں کے خلاف نفرت و بغض اور ان کا وحشیانہ ظلم وستم دیکھا تو وہاں افغانستان کے مجاہدین کی جانثاری اور عام مسلمانوں کی قربانیاں بھی دیکھیں۔ اس حوالے سے اپنے تاثرات آپ نے ان الفاظ میں بیان کئے:

''افغانستان کے باسیوں کو جبر وستم کی بھٹیوں سے گزرتے ہوئے ربع صدی بیت چکی ہے اور پندرہ سے بیس لاکھ انسان اسلامی نظام کی خاطر جانیں قربان کر چکے ہیں۔ اس بھٹی میں پک کر جو لوگ کندن بن گئے ہیں ان میں سے ہر ایک اسامہ اور ملا عمر ہے''۔

امارتِ اسلامیہ افغانستان کے سقوط کے بعد دنیا بھر کے مہاجر مجاہدین پاکستان کو اپنی دوسری آرام گاہ سمجھتے ہوئے یہاں آ گئے۔ لیکن پاکستان کی حکومت، فوج اور خفیہ ایجنسیاں اس عالمی صلیبی صہیونی جنگ میں اپنی وفاداری یہود و نصاریٰ کو پہلے ہی بیچ چکی تھیں۔ چنانچہ انھوں نے لشکرِ کفار کا ہراول دستہ بنتے ہوئے مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا اور امت سے بدترین خیانت کرتے ہوئے ان کے بدلے پیسے بھی بٹورے۔ تاہم اس مشکل دور میں بھی پاکستان کے بعض مخلص مومنین نے مجاہدین کی نصرت کی، ڈاکٹر ارشد وحیدؒ بھی انھی سعادت مندوں میں سے تھے۔

جون ۲۰۰۴ء میں آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی کو پاکستان کی خفیہ ایجنسی 'ایم۔آئی' نے کور کمانڈر کیس میں گرفتار کرلیا، اور قریباً پونے دو سال تک گرفتار رکھا۔ اس دوران آپؒ کو کفر کی آلہ کاران ایجنسیوں نے تعذیب اور تشدد کا نشانہ بھی بنایا۔ تاہم قید و بند کا یہ مرحلہ آپ کے عزم و ہمت اور آپ کی دین سے لگن کو دوچند کرنے کا باعث بنا۔ اثنائے اسیری آپ نے دین کا بھی گہرائی سے مطالعہ کیا۔ پس قید سے رہا ہوتے ہی آپ نے اپنی زندگی کو کامل اللہ کی راہ میں کھپانے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ آپ نے ان تمام دینی تنظیمات سے بھی منہ پھیرنے کا فیصلہ کیا جو کفر و اسلام کی اس عالمگیر کشمکش کے نازک ترین موڑ پر بھی طاغوتی چھتری سے آزاد جہاد میں شرکت سے گریزاں یا جمہوری کھیل تماشوں میں مصروف تھیں۔ لہٰذا آپ اس سب کو پیچھے چھوڑ کر اپنے اہلِ خانہ سمیت سرزمینِ خراسان کی طرف ہجرت کر گئے اور جہاد فی سبیل اللہ ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ یوں آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنا سب کچھ بیچ دیا اور شدت سے اس گھڑی کا انتظار کرنے لگے کہ جب آپ کو آپ کے رب کی جانب سے قبولیت کا پروانہ شہادت کی صورت میں مل جائے۔

آپ کی صلاحیتوں کے پیشِ نظر مجاہدین کے ایک مجموعے کی قیادت آپ کو سونپ دی گئی۔ مجاہدین کی گواہی ہے کہ آپ ایک بہترین امیر و قائد تھے؛ کہ جس طرح کے امیر کا وجود اس دور میں خال ہی ممکن ہے۔

آپ کی زندگی کا حال یہ تھا کہ آپ اللہ کے حضور کثرت سے گڑگڑاتے اور گریہ وزاری کے ساتھ استغفار کرتے تھے، عاجزی وانکساری کے ایسے پیکر تھے کہ باقی تمام ساتھیوں کے لئے نمونۂ عمل بن گئے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت سے آپ کا دل لرز اٹھتا تھا۔ آپؒ مسلمان بھائیوں کے درمیان انتہا درجے کے شفیق و رحیم تھے، جہاں بیٹھتے وہاں خوشیاں بکھر جاتیں، اور اس کے ساتھ اپنے اور دوسروں کے ایمان میں اضافے کا باعث بھی بن جاتے۔ لیکن جب کفار کی بات آتی تو آپ ''أشداء علی الکفار'' کی زندہ تصویر ہوتے۔ آپ کی سیرت وکردار، اخلاق واطوار، اعمال وگفتار میں اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نمایاں تھی۔ آپ کے دل میں شہادت کی بے پناہ تڑپ اور محبت موجود تھی، اور آپ اس کی اتنی حرص کرتے تھے، جتنا شاید کفار اپنی زندگی کے حریص ہوتے ہیں۔ چنانچہ ۸ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ کو امریکہ اور پاکستانی فوج کے مشترکہ حملے میں امتِ مسلمہ کا یہ بطل اپنی دلی مراد پا گیا اور اللہ جل شانہ سے کی گئی تجارت کا صلہ وصول کرنے اللہ کی بارگاہ میں جا پہنچا۔ جب آپؒ زخمی ہوئے تو آخری کلمہ جو آپ کی زباں سے ادا ہوا وہ ''اللہ اکبر'' تھا، اور اس کے ساتھ ہی آپ کی روح اپنے ابدی سفر کو روانہ ہوگئی۔ یوں امتِ مسلمہ اک رخشندہ ستارے سے محروم ہو گئی، ہاں لیکن شہداء کے جھرمٹ میں ایک تابندہ ستارے کا اضافہ ہوگیا، جس کی تابندگی و درخشانی اب بھی اس امت کے لئے ضوفشانی کا باعث اور اس کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ ہم ڈاکٹر ارشد وحیدؒ کے متعلق یہی گمان کرتے ہیں اور ہم اللہ کے حضور کسی کی پاکی بیان نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپؒ کی شہادت قبول فرمائیں اور آپ کو جنت الفردوس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائیں، آمین!

آپؒ کی شہادت کے بعد ایک مجاہد نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ میں بھی معاذ سے راضی ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی۔ (''معاذ'' ڈاکٹر ارشدؒ کا راہِ جہاد میں رمزی نام تھا)

ڈاکٹر ارشد وحیدؒ کی زندگی میں امتِ مسلمہ کے تمام بیٹوں کے لئے نمونۂ عمل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے دنیا کو جوتے کی نوک پر رکھیں اور آخرت کی ابدی زندگی کو ترجیح دیں؛ راہِ جہاد میں اپنا جان ومال کھپائیں اور شہادت کی طرف لپکیں کہ یہ دنیا کی فانی زندگی میں اللہ کی طرف سے اپنے بندۂ مومن کو عطا ہونے والا سب سے بڑا اعزاز ہے۔ اسی میں دنیا وآخرت، دونوں جہانوں کی کامیابی اور فوز و فلاح ہے۔

وصلی اللّٰہ علی نبینا محمد وعلی آله وأزواجه وصحبه وسلم

نصر من اللّٰہ وفتح قریب

اخبارِ ملاحم

امارتِ اسلامیہ افغانستان

(رجب تا ذی الحج ۱۴۲۹ھ)

جہادی کارروائیوں کا اجمالی خاکہ

بارودی سرنگ	گولہ باری	دھاوا (یورش)	کمین	شہیدی حملہ	کار بم دھماکہ	ٹارگٹ کلنگ
۱۷۶	۲۷۳	۱۱۲	۱۲۶	۲۹	۱	۱۳

گولہ باری:

ھاون	میزائل
۳۵	۲۳۸

شہیدی حملہ:

فدائی گاڑی	فدائی جیکٹ
۱۴	۱۵

☆ ان میں سے بیشتر کارروائیوں میں مجاہدین کو بیش بہا مالِ غنیمت حاصل ہوا جن میں گاڑیاں، موٹر سائیکل، رسد کے ٹرک، بندوقیں (کلاشنکوف)، پیکا، پستولیں، راکٹ لانچر، گولیاں، مخابرے اور دیگر سامانِ حرب شامل ہیں۔

دشمن کے جانی نقصان کا اجمالی خاکہ

صلیبی	افغانی فوجی	پولیس	حساس اداروں کے اہلکار
۹۴۷+(۱۸۷زخمی)	۸۸۲+(۱۶۵زخمی)	۲۸۳+(۳۳زخمی)	۴۲+(۹زخمی)

صلیبی:

امریکی	نیٹو	دیگر
۱۹۴+(۳۹زخمی)	۴۴۸+(۳۱زخمی)	۳۰۵+(۳۳زخمی)

☆ ان چھ ماہ میں مجاہدین نے دشمن کے ۱۲۲ (ایک سو بائیس) افراد گرفتار کیے، جن میں ۹۸ افغان فوجی، ۷ پولیس اہلکار اور ۱۷ رسد لے جانے والے ٹرک ڈرائیور شامل ہیں۔

دشمن کی گاڑیوں کے نقصان کا اجمالی خاکہ

صلیبی افواج کی گاڑیاں	مرتدین کی گاڑیاں	گاڑیاں برائے رسد و کمک
۱۳۸	۳۹۵	۱۴۰

ٹینک	بکتر بند
۱۳۸	۳۶

ٹرک	کنٹینر
۹۸	۴۲

دشمن کی فضائیہ کا نقصان

ہیلی کاپٹر	جاسوسی طیارہ
۶+(۱۲ اپاچی)	۲

دولتِ اسلامیہ عراق

(رجب تا ذی الحج ۱٤۲۹ھ)

جہادی کارروائیوں کا اجمالی خاکہ

بارودی سرنگ	کمین	گولہ باری	شہیدی حملہ	دھاوا	قنص	ٹارگٹ کلنگ	کار بم دھماکہ
۷۳۲	۳۵	۴۰۲	۱۵۱	۱۲۸	۹۴	۷۱	۸۳

☆ مجاہدین کی جانب سے کی گئی ۱۶۹۶ (ایک ہزار چھ سو چھیانوے) کارروائیوں میں سے جنگ کے مخصوص حالات کے پیشِ نظر ۵۱۲ کارروائیوں میں دشمن کے نقصانات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکا۔ ذیل میں دی گئی تفصیلات بقیہ ۱۱۸۴ کارروائیوں کا حاصل ہیں۔

دشمن کے جانی نقصان کا اجمالی خاکہ

صلیبی	متعلقہ وزارتِ داخلہ	جیشِ مہدی (شیعہ ملیشیا)	پشمرگہ (کرد ملیشیا)
۲۴۷	۱۱۰۸+(۴۵۸ زخمی)	۱۷۳	۲۴۲

کتیبۂ غدر	دیگر	جاسوس+فوجی نظم وانصرام (لاجسٹک) کے افراد
۶۳	۱۱۵	۴۳۴

دشمن کی گاڑیوں کے نقصان کا اجمالی خاکہ

امریکی جیپ	ٹینک	بارودی سرنگ تلاش کرنے والی گاڑیاں	گاڑیاں برائے رسد و کمک	بکتر بند	دیگر
۲۷۳	۱۴	۱۰۲	۴۹	۴۵	۲۱۵

ٹرک	ٹینکر	کنٹینر
۴۵	۴	۲

دشمن کی فضائیہ کا نقصان

جاسوسی طیارہ
۶

ارضِ ہجرت و جہاد ''صومالیہ''

(رجب تا ذی الحج ۱۴۲۹ھ)

جہادی کارروائیوں کا اجمالی خاکہ

بارودی سرنگ	دھاوا	کمین	گولہ باری	ٹارگٹ کلنگ	قنص
۱۴	۳۴	۲۲	۱۷۸	۸	۱۲

دشمن کے جانی نقصان کا اجمالی خاکہ

ایتھوپی صلیبی فوج	افریقی اتحادی افواج	صومالی مرتدین	دیگر	اقوام متحدہ عہدیدار
۱۷۵+(۸۶زخمی)	۳۴+(۷زخمی)	۲۰۷+(۱۱۶زخمی)	۲۰	۴

صومالی فوجی	ملیشیا	صدارتی محافظین	اعلی حکومتی عہدیداران
۱۵۸+(۸۶ زخمی)	۱۵+(۲۶)	۳۰+(۴ زخمی)	۴

دشمن کی گاڑیوں کے نقصان کا اجمالی خاکہ

بکتر بند	فوجی گاڑیاں	فوجی ٹرک
۲	۲۶	۳

☆ ان مبارک جہادی کارروائیوں کے نتیجے میں بہت سا مالِ غنیمت بھی مجاہدین کے ہاتھ لگا، جن میں ۲۰ فوجی ٹرک، ۳۰ فوجی گاڑیاں اور دیگر بہت سا جنگی ساز وسامان شامل ہے۔ اسی طرح کئی اعلیٰ حکومتی عہدیداران، غیر ملکی صحافی اور اقوام متحدہ کے امدادی کارکنان مجاہدین کے جاسوسی دستوں کی اطلاعات پر گرفتار کیئے گئے۔

سماعتوں کو نوید ہو______

اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے صومالیہ میں مجاہدین اس حد تک منظّم ہو چکے ہیں کہ انھوں نے اب باقاعدہ جنگ کا آغاز کر دیا ہے اور کئی اہم علاقے فتح کر لئے ہیں۔ ان فتح ہونے والے علاقوں میں صومالیہ کا تیسرا بڑا شہر 'کسمایو' اور دارالحکومت موغادیشو سے محض چند کلومیٹر دور ساحلی شہر 'مرکا' بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر اہم شہر جلِب، غندرشی، براوی، طنانی، کوریولی اور بولوماریر بھی ''ولایتِ اسلامیہ جوبا'' کا حصہ بن چکے ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ وہ دن دور نہیں جب پورے صومالیہ پر پرچمِ توحید لہرائے گا اور اسلامی حکومت قائم ہوگی، ان شاءاللہ۔

الجزائر (مغربِ اسلامی)

(شعبان و رمضان ۱۴۲۹ھ)

☆ شہر 'تیزی وزو' میں الجزائر کی خفیہ پولیس اور فوج کے مراکز، جو آمنے سامنے موجود تھے، پر شہیدی حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں ۲۵ پولیس اہلکار اور فوجی مارے گئے، جبکہ کئی زخمی ہوئے۔ علاوہ ازیں اس حملے کے نتیجے میں پولیس کا مرکز مکمل تباہ ہو گیا اور فوجی مرکز جزوی تباہ ہوا۔

☆ شہر 'الاخضریہ' میں مجاہد ''عبدالمالک ابو براء'' نے مرتد الجزائری فوج کے قافلے پر شہیدی حملہ کیا جس کے نتیجے میں ۱۳ فوجی ہلاک ہوئے۔

☆ ۹ شعبان: صوبہ بومرداس کے شہر 'زموری' میں پولیس چھاؤنی پر بارود سے بھری گاڑی کے ذریعے شہیدی

حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں ۸ پولیس اہلکار ہلاک اور ۱۹ زخمی ہوئے۔

☆ ۱۶ شعبان ۱۴۲۹ھ: مشرقی الجزائر کے علاقے 'سکیکدہ' میں مجاہدینِ اسلام نے سیکیورٹی فورسز کے قافلے پر کمین لگا کر حملہ کیا اور ۱۲ اہلکاروں کو ہلاک کر دیا۔

☆ ۱۷ شعبان: صوبہ بومرداس کے شہر 'یسر' میں الجزائری ملیشیا کے ایک تربیتی مرکز پر دو مجاہد بھائیوں نے شہیدی حملہ کیا۔ پہلے بھائی نے اپنی بارودی جیکٹ کے ذریعے مرکزی دروازے پر دھماکہ کیا، جس کے بعد اس کے ساتھی نے مرکز میں داخل ہو کر اپنی گاڑی دھماکے سے اڑا دی۔ اس مبارک کارروائی میں ۴۳ اہلکار مارے گئے جبکہ ۴۵ زخمی ہوئے، الحمدللہ۔

☆ ۱۷ شعبان: شمالی الجزائر میں خفیہ اداروں کے ایک مرکز پر شہیدی حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں ۲۰ اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔

☆ ۱۸ شعبان: شمالی الجزائر کے شہر 'البویرہ' میں الجزائری مرتد فوج کے اعلیٰ عہدیداران کے ایک مرکز پر شہیدی حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں ۱۱ فوجی افسران ہلاک جبکہ دیگر ۲۷ زخمی ہوئے۔

☆ ۲۴ شعبان: صوبہ بومرداس کے شہر 'سین' میں گرنیڈ دھماکے میں ایک حکومتی اہلکار زخمی ہوا۔

☆ یکم رمضان: صوبہ تبسہ کے شہر 'ثلیجان' میں ایک فوجی افسر کی گاڑی پر گرنیڈ کے ذریعے حملہ کیا گیا، جس میں وہ ہلاک ہو گیا۔

☆ ۲ رمضان: صوبہ بومرداس کے شہر 'عمال' میں الجزائری فوج کے ایک سرغنہ کو نشانہ بنایا گیا۔

☆ ۶ رمضان: صوبہ بومرداس کے شہر 'سی مسطفی' میں ملیشیا کے ایک اہلکار کو قتل کیا گیا، جو کئی مجاہدین کے قتل میں ملوث تھا۔

☆ ۶ رمضان: صوبہ تبسہ کے شہر 'سطح قنتیس' میں مجاہدین نے ایک سیکورٹی اہلکار کو قتل کر دیا۔

☆ ۱۴ رمضان: پڑوسی ملک موریطانیا میں 'ازویرات' کے علاقے میں داخل ہو کر مجاہدین نے کمین کے ذریعے موریطانی فوج کے ۱۲ فوجی ہلاک کر دئے جن میں ان کا افسر بھی شامل تھا۔ نیز مجاہدین نے اس کارروائی میں دو گاڑیاں، ۱۰ بندوقیں اور دیگر ہتھیار بطورِ غنیمت حاصل کئے۔

مجاہدین نے یہ کارروائی موریطانیا میں قید اپنے بھائیوں کا انتقام لینے کی غرض سے کی تھی۔

☆ ۱۵ رمضان: 'عکرون' سے 'عزازقہ' کے راستے پر گشت کرنے والے فوجی دستے پر گرنیڈوں کی مدد سے حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں ۴ فوجی زخمی ہوئے۔

☆ ۱۶ رمضان: صوبہ جیجل کے قصبے 'دینہ' میں فوجی مرکز پر راکٹ لانچر کی مدد سے دھاوا بولا گیا۔

☆ ۱۷ رمضان: 'برتیہ' کے علاقے میں بلدیہ کے ذمہ دار کی گاڑی پر گرنیڈ سے حملہ کیا گیا۔

☆۱۸ رمضان: صوبہ عین الدفلی کے ایک بلدیاتی محافظ کو قتل اور ایک کو زخمی کر دیا گیا۔

☆ ۲۰ رمضان: صوبہ عین الدفلی کی بلدیہ 'الحسنہ' میں بلدیاتی محافظین کے دستے پر کمین لگائی گئی جس کے نتیجے میں دو محافظ مارے گئے جبکہ دیگر ۳ شدید زخمی ہوئے۔

☆۲۱ رمضان: صوبہ بومرداس کے شہر 'لقاطہ' میں مجاہدین نے بلدیاتی محافظین کے مرکز پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ان کے کئی افسر شدید زخمی ہوئے۔

☆۲۴ رمضان: صوبہ عین الدفلی میں مجاہدین نے تین مختلف جگہوں پر بیک وقت کارروائی کرنے کے لئے ۳ گروہ ترتیب دیئے۔ پہلے گروہ نے ناکہ لگا کر راستہ بند کیا۔ دوسرے گروہ نے ملیشیا کی ایک چوکی پر حملہ کیا جس سے ان کا ایک اہلکار مارا گیا اور دیگر دو زخمی ہوگئے۔ جبکہ تیسرے گروہ نے ملیشیا کے صوبائی مرکز پر حملہ کیا۔

☆ ۲۷ رمضان: شہر 'تادمایت' کے قریب مجاہدین نے ایک راستے پر ناکہ بندی کر کے وہاں سے گزرنے والے ۲ سیکورٹی اہلکاروں کو قتل کر دیا۔

☆ ۲۸ رمضان: بومرداس کے شہر 'دلس' میں مجاہد ''عبدالرحمٰن ابوعباس'' نے فوجی مرکز پر شہیدی حملہ کیا، جس سے مرکز تباہ ہوگیا۔ اس کے بعد مجاہدین نے دھاوا بول کر باقی ماندہ فوجیوں کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔ یوں کل ۴۰ فوجی ہلاک ہوگئے۔

☆ ۲۸ رمضان: 'بوبراک' کے ساحل پر واقع فوجی چھاؤنی پر راکٹ لانچر اور بندوقوں کا استعمال کرتے ہوئے حملہ کیا گیا جس سے کئی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆ ۲۸ رمضان: بومرداس کے شہر 'الناصریہ' میں فوجی قافلے پر گرنیڈوں کی مدد سے حملہ کیا گیا۔

☆ شہر 'الاخضریہ' میں الجزائری مرتد فوج کے گشت کرتے دستے پر موٹر سائیکل کے ذریعے اس وقت شہیدی حملہ کیا گیا، جب وہ اپنی چھاؤنی کی طرف لوٹ کر جا رہا تھا۔ حملے میں ۱۳ مرتد فوجی ہلاک ہوئے جبکہ بعض دیگر شدید زخمی ہوئے۔

☆ 'الاخضریہ' شہر ہی میں مجاہدین نے بارودی سرنگ دھماکے کے ذریعے ایک فرانسیسی انجینئر اور اس کے ڈرائیور کو ہلاک کر دیا۔

☆ شہر 'قسنطینہ' کے قریب مجاہدین نے ترقیاتی منصوبے پر کام کرنے والے جاپانی انجینئرز کے قافلے پر گرنیڈ حملہ کیا۔ اس کے نتیجے میں ان کی حفاظت پر مامور الجزائری پولیس اہلکار ہلاک ہوئے جبکہ جاپانی انجینئرز کا نقصان معلوم نہ ہو سکا۔

☆ ایک فلاحی منصوبے پر کام کرنے والے کینیڈیوں پر حملہ کیا گیا، تاہم جانی نقصان کی اطلاع نہ مل سکی۔

بقعۂ ایمان وحکمت ''یمن''

غزوۂ فرقان

۱۷رمضان ۱۴۲۹ھ: یمن کے دارالحکومت ''صنعاء'' میں واقع امریکی سفارت خانے پر ایک عظیم الشان حملہ کیا گیا۔ کارروائی میں کل ۷ شہیدی مجاہد شریک ہوئے۔ ان میں سے ۵ ساتھیوں نے راکٹوں اور دستی ہتھیاروں سے حملہ کیا، جبکہ باقی ۲ ساتھیوں نے بارود سے بھری گاڑیاں سفارتخانے سے ٹکرا دیں۔ اس کارروائی کو ''غزوۂ فرقان'' کا نام دیا گیا۔

حملے کے نتیجے میں سفارت خانے کی عمارت کا ایک بڑا حصہ تباہ ہوا، اور متعدد سفارت کار اور کئی محافظین ہلاک ہوئے۔ کارروائی میں شریک ساتوں مجاہدین نے جامِ شہادت نوش کیا۔ یمن کی مرتد حکومت نے اس زبردست کارروائی کو خوب چھپایا اور ہونے والے نقصان کی خبر بالکل نشر نہ ہونے دی، جس سے دشمن کو پہنچنے والے گہرے صدمے اور زبردست نقصان کا اندازہ ہوتا ہے۔

قصاصِ عادل

۱۹شوال ۱۴۲۹ھ: یمن کے صوبہ ''مارب'' میں مجاہدین نے داخلی امن وامان کے مسئول ''محمد بن ربیش'' کو ہلاک کیا۔ یہ شخص براہِ راست کئی مجاہدین کی تفتیش اور قتل میں شریک تھا۔ کچھ عرصہ پہلے صوبہ مارب ہی میں مرتد یمنی حکومت نے ایک حملے میں ۱۴ مجاہدین کو شہید کیا تھا، اس کارروائی کا ذمہ دار و مسئول بھی یہی شخص تھا۔ چنانچہ اس کارروائی کو ''قصاصِ عادل'' کا نام دیا گیا۔

"وللّٰه العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون".

وأعدوا لہم ما استطعتم

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہوں کی تعداد اوران کے نام

۱۔ ذَاتُ الْفُضُوْل: لمبائی والی۔حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدر کو جاتے ہوئے تحفۃً پیش کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت یہی زرہ ایک یہودی کے پاس بطور رہن رکھی ہوئی تھی۔

۲۔ اَلسَّعْدِيَّة: کہا جاتا ہے کہ یہ داؤد علیہ السلام کی زرہ ہے جسے پہن کر انہوں نے جالوت کو جہنم رسید کیا تھا۔

۳۔ ذَاتُ الْوِشَاح

۴۔ ذَاتُ الْحَوَاشِيْ

۵۔ فِضَّة

۶۔ اَلْبُتْرَاء

۷۔ اَلْخِرْنِقُ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمانوں کی تعداد اوران کے نام

۱۔ اَلْزَّوْرَاء

۲۔ اَلرَّوحَاء

۳۔ اَلصَّفْرَاء

۴۔ شَوْحَطُ

۵۔ اَلْكَتُوْم

۶۔ اَلسَّدَاد

(زرقانی؛ص۳۸۰،ج۳،البدایۃ والنھایۃ؛ص۹،ج۶)

قد أفلح من تزکی

خشیتِ الٰہی

''امام ابن قیمؒ کی کتاب ''الجواب الکافي لمن سأل عن الدواء الشافي'' سے ایک اقتباس''

اللہ تعالیٰ نے اعمالِ صالحہ کرنے والوں کے لئے جہاں امید ورجاء کو ضروری گردانا ہے، وہیں ان کے لئے خوف اور ڈر کو بھی لازمی قرار دیا ہے۔ اور یہ واضح رہے کہ خوف ورجاء وہی مفید ہے جس کے ساتھ اعمالِ صالحہ موجود ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ. وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ. وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ. اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ﴾ (المؤمنون:۵۷-۶۱)

''جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے لرزاں رہتے ہیں، اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں پر یقین رکھتے ہیں، اور اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور جو (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں، اور پھر بھی ان کے دلوں میں اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ انھیں اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہی لوگ بھلائیوں کی طرف دوڑنے والے اور سبقت کر کے انھیں پا لینے والے ہیں''۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس آیت کے متعلق پوچھا کہ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسے لوگ کون ہیں؟ کیا وہ لوگ جو شراب پیتے اور زنا اور چوری کرتے ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا یا بنت الصدیق، ولکنهم الذین یصومون ویصلون ویتصدقون وهم یخافون أن لا تقبل منهم، أولئک الذین یسارعون في الخیرات''.

''نہیں، اے صدیق کی بیٹی! بلکہ (یہ تو) وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، صدقہ دیتے ہیں، اور پھر (بھی) ڈرتے ہیں کہ کہیں (اس کے باوجود) ان کے اعمال قبول نہ ہوں۔ یہی لوگ خیر اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنے والے ہیں''۔

(جامع الترمذي؛ أبواب تفسیر القرآن، ومن سورة المؤمنون)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہلِ سعادت کی توصیف وتعریف ان کے احسان ونیکی اور خوفِ الٰہی کے تذکرے سے کرتے ہیں، اور شقی وبدبخت لوگوں کا ذکر ان کے گناہوں اور ان کی بے خوفی کے ساتھ

فرماتے ہیں۔

کوئی صاحبِ بصیرت اگر صحابہ کرامؓ کے حالات پر غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ وہ اعمالِ صالحہ سے کس درجے مزین تھے، اس کے باوجود کس قدر خدا سے ڈرتے تھے۔ اور ہم باوجود انتہا درجے کی تقصیر و کوتاہی کے کس قدر بے خوف اور نڈر بنے ہوئے ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اکثر فرمایا کرتے تھے:

''وددت أني شعرة في جنب عبد مؤمن''.

''میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں کسی صاحبِ ایمان کے جسم کا ایک بال ہی ہوتا''۔

(مسند أحمد)

امام احمدؒ سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ اکثر اپنی زبان پکڑ کر فرمایا کرتے تھے:

''هذا الذي أوردني الموارد''.

''اس نے مجھے ہلاکت کے مواقع میں ڈالا ہے''۔

یہ کہہ کر حد سے زیادہ روتے اور فرماتے:

''أبكوا، فإن لم تبكوا فتباكوا''.

''خوب رویا کرو، اگر نہ رو سکو تو کم از کم رونی صورت ہی بنا لیا کرو''۔

(مسند أحمد)

حضرت صدیق اکبرؓ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو خوفِ الٰہی ایسا طاری ہو جاتا کہ لکڑی کی طرح کھڑے رہتے اور ان کے جسم میں ذرا جنبش نہ ہوتی۔

ایک مرتبہ ایک پرندہ آپؓ کے سامنے لایا گیا۔ آپؓ نے اسے ہاتھ میں پکڑا، اور الٹ پلٹ کر دیکھا، پھر فرمایا کہ اس وقت تک کوئی پرندہ شکار نہیں بنتا اور کوئی جانور کاٹا نہیں جاتا جب تک کہ وہ تسبیح الٰہی کو ترک نہ کر دے۔ آپؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''يا بني! إني أصبت من مال المسلمين هذه العباء ة وهذا الحلاب وهذا العبد فأسرعي به إلى ابن الخطاب''.

''بیٹی! میرے پاس مسلمانوں کے مال میں سے یہ چیزیں ہیں؛ ایک عبا، ایک دودھ دوہنے والا پیالہ اور ایک غلام۔ تم انھیں جلد از جلد عمرؓ بن خطاب کے پاس پہنچا دو''۔

حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ مجھ تک حضرت ابوبکر صدیقؓ کے یہ الفاظ پہنچے ہیں:

''ليتني خضرة تأكلني الدواب''.

''کاش میں سبز گھاس ہوتا کہ چوپائے مجھے کھا لیتے''۔

حضرت عمرؓ بن خطاب نے ایک مرتبہ سورۂ طور پڑھنا شروع کی، جب اس آیت پر پہنچے:

﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ﴾ (الطور:۷)

''تمہارے پروردگار کا عذاب ضرور نازل ہو کر رہے گا''۔

اسے پڑھتے ہی شدت سے رونا شروع کر دیا تا آنکہ اس قدر بیمار ہو گئے کہ لوگ عیادت کے لئے آنے لگے۔ اسی طرح جب آپؓ بسترِ مرگ پر تھے تو اپنے بیٹے سے کہا کہ میرے رخسار زمین پر رکھ دو، شاید اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے۔ نیز فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ میری مغفرت نہ فرمائے تو میں غارت ہو گیا۔ یہ کلمات آپؓ نے تین مرتبہ فرمائے۔ اس کے بعد ہی آپ کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت عمر فاروقؓ روزانہ معمولاتِ شب میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ آیاتِ وعید پر اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی اور دنوں گھر میں پڑے رہتے، یہاں تک کہ لوگ بیمار سمجھ کر عیادت کے لئے چلے آتے۔ خوفِ الٰہی سے آپ اس قدر رویا کرتے کہ آنسو بہنے کی وجہ سے رخساروں پر دو سیاہ خط سے پڑ گئے تھے۔ موت سے کچھ پہلے حضرت ابن عباسؓ نے آپؓ سے کہا کہ اے امیر المومنین! آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ملکی فتوحات عطا فرمائیں، آپ نے بڑے بڑے شہر آباد کئے اور یہ کیا، وہ کیا؛ تمام چیزیں گنوائیں۔ آپؓ نے فرمایا:

''وددت أني أنجو، لا أجر ولا وزر''.

''میں (تو بس یہ) چاہتا ہوں کہ (کسی طرح) میری نجات ہو جائے، نہ مجھے اجر ملے اور نہ بارِ گناہ مجھ پر لادا جائے''۔

حضرت عثمانؓ بن عفان کسی قبر پر پہنچتے تو اتنا روتے کہ آپ کی ریشِ مبارک تر ہو جاتی۔ فرماتے کہ اگر مجھے جنت اور دوزخ کے مابین اختیار کا حکم دیا جائے تو اس سے قبل کہ میں اپنے متعلق کوئی فیصلہ کروں، راکھ ہو جانے کو پسند کروں گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہمہ وقت روتے رہتے، تا آنکہ خوفِ الٰہی سے نڈھال ہو جاتے۔ بالخصوص دو باتوں سے ان کا خوف حد سے متجاوز ہو جاتا تھا۔

۱۔ طولِ امل؛ یعنی دنیوی زندگی کی بڑی بڑی امیدیں،

۲۔خواہشات کی پیروی۔

آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ ’’طولِ امل آخرت سے غافل کر دیتا ہے اور خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے‘‘۔

ایک بار فرمایا کہ ’’دنیا پیٹھ پھیر کر بھاگ رہی ہے اور آخرت نہایت تیزی سے قریب آ رہی ہے۔لوگ ان دونوں کشتیوں؛ دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کے سوار ہیں۔تم آخرت والے بنو، دنیا والے نہ بنو۔آج عمل کا دن ہے یومِ حساب نہیں،کل حساب ہوگا عمل نہیں‘‘۔

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے تھے کہ ’’قیامت کے دن مجھے سب سے زیادہ اس باز پرس کا خوف ہے کہ تم نے جو کچھ علم سیکھا، اس پر کس قدر عمل کیا؟‘‘ اور کہا کرتے تھے کہ ’’مرنے کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے، تمہیں اگر معلوم ہو جائے تو تم شوق سے کھانا پینا چھوڑ دو،اور گھروں میں نہ رہو بلکہ پہاڑوں کی طرف بھاگو، ماتم کرو اور روتے ہی رہو۔اے کاش میں درخت ہوتا، کاٹا جاتا اور کھالیا جاتا‘‘۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے متعلق بیان ہے کہ آنسوؤں کی کثرت کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے نیچے سیاہ نشان پڑ گئے تھے۔

حضرت ابوذرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے: ’’کاش! میں درخت ہوتا،لوگ مجھے کاٹ ڈالتے۔کاش! میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا‘‘۔ان کی خدمت میں جب کوئی نان ونفقہ پیش کیا جاتا تو جواب دیتے کہ ’’ہمارے پاس بکریاں ہیں، ہم ان کا دودھ پی لیتے ہیں۔گدھے ہیں،سواری کی ضرورت ہو تو ان پر سواری کر لیتے ہیں۔آزاد کردہ غلام ہیں جو ہماری خدمت کرتے ہیں۔سیاہ کمبل ہے جسے اوڑھ لیا کرتے ہیں۔ مجھے تو ان ہی چیزوں کے حساب کتاب کا خوف کھائے جاتا ہے،مزید لے کر کیا کروں‘‘۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے ایک مرتبہ رات کو سورۂ جاثیہ پڑھنا شروع کی۔جب اس آیت پر پہنچے:

﴿اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَہُمۡ کَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ......﴾ (الجاثیة: ۲۱)

’’جو لوگ بدکرداریوں کے مرتکب ہوتے ہیں، کیا انھوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک اعمال کئے‘‘۔

تو اسے بار بار پڑھتے اور روتے تا آنکہ صبح ہوگئی۔

حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح کہا کرتے تھے کہ ’’اے کاش! میں بھیڑ ہوتا، میرے گھر والے مجھے ذبح کر دیتے اور میرا شوربا پی لیتے‘‘۔

الغرض، اس بارے میں اس قدر آثار موجود ہیں کہ تمام کو پیش کرنا دشوار ہے۔ صحیح بخاری میں تو ایک مستقل باب ہے:

"خوف المؤمن أن يحبط عمله وهو لا يشعر".

"مومن کا اس بات سے خوف کھانا کہ کہیں اس کے اعمال ضائع ہو جائیں اور اسے پتہ بھی نہ چلے"۔

ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ جب کبھی میں نے اپنے قول وعمل کا جائزہ لیا تو یہی ڈر رہا کہ میں جھوٹ تو نہیں بول رہا۔

ابن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں کہ میں ایسے تیس صحابہؓ سے مل چکا ہوں جو کثرتِ خوفِ الٰہی کی وجہ سے اپنے متعلق نفاق سے ڈرتے تھے۔ حضرت حسنؒ فرمایا کرتے تھے کہ "مومن ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، منافق نہیں ڈرتا"۔

حضرت عمر بن خطابؓ کو اس بات کا اتنا خوف تھا کہ وہ حضرت حذیفہؓ سے کہتے ہیں کہ "میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں میں میرا نام گنوایا تھا؟" وہ کہتے ہیں: "نہیں، لیکن تمہارے سوا کسی اور کی صفائی پیش نہیں کروں گا"۔

ابن تیمیہؒ کی تصریح کے مطابق حضرت حذیفہؓ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ حضرت عمرؓ کے سوا نفاق سے کسی اور کی برأت پیش نہیں کروں گا، بلکہ مقصود یہ تھا کہ یہ دروازہ تمہارے سوا کسی اور کے لئے نہیں کھولوں گا کہ ہر شخص اپنی نسبت دریافت کرتا رہے اور میں اس کی وضاحت کرتا رہوں۔

نسبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق

مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ اپنے ایک فارسی مکتوب میں لکھتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے والے مسلمان کو لازم ہے کہ وہ اس (جہاد کی) راہ میں جان و مال اور عزت وآبرو کی بازی لگا دے اور اس کو اپنی عین سعادت سمجھے، اور موافق ومخالف کی ترقی وتنزل کو قدرتِ الٰہی کے حوالے کر دے"۔

(تاریخ دعوت وعزیمت؛ حصہ ششم، ج دوم، ص ۴۵۱)

اگر یہ ہتھیار نہ ہوتے......

لکھنؤ میں ایک مرتبہ سید احمد شہیدؒ قندھاریوں کی چھاؤنی میں تشریف لے گئے۔ اس موقع پر آپؒ نے اور آپ کے ساتھیوں نے ہتھیار باندھے ہوئے تھے۔ عبدالباقی خان صاحب نے یہ دیکھ کر کہا: ''حضرت آپ کی سب باتیں تو بہتر ہیں مگر ایک بات مجھ کو ناپسند ہے، اور وہ آپ کے خاندانِ والا شان کے خلاف ہے۔ آج تک یہ طریقہ کسی نے اختیار نہیں کیا۔ آپ کو وہی کام زیبا ہے جو آپ کے حضرات آباء واجداد کرتے آئے''۔ آپؒ نے فرمایا کہ ''وہ کون سی بات ہے؟'' کہا: ''یہ سپر، تلوار، بندوق وغیرہ کا باندھنا، یہ سب اسبابِ جہالت ہیں۔ آپ کو نہ کرنا چاہیے''۔ یہ سنتے ہی آپؒ کا چہرہ غصے کے مارے سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ ''خان صاحب! اس بات کا آپ کو کیا جواب دوں؟ اگر سمجھئے تو یہی کافی ہے کہ یہ وہ اسبابِ خیر و برکت ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عنایت فرمائے تھے تا کہ وہ کفار و مشرکین سے جہاد کریں۔ بالخصوص ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انھی ہتھیاروں سے تمام کفار و اشرار کو زیر کر کے جہاں میں دینِ حق کو روشنی بخشی۔ اگر یہ سامان نہ ہوتا...... تو تم نہ ہوتے ...... اور اگر ہوتے تو خدا جانے کس دین وملت میں ہوتے''۔

(جب ایمان کی بہار آئی: از سید ابوالحسن علی ندویؒ)